ناول
پاسپورٹ
ہیرٹا میولر
ترجمہ: خالد فتح محمد
عکس
AKSPUBLICATIONS

پاسپورٹ

ہیرٹا میولر

ترجمہ:

خالد فتح محمد

کتاب	پاسپورٹ
مصنف	ہیرٹا میولر
ترجمہ	خالد فتح محمد
سن طباعت	2020ء
تعداد	500
قیمت	400

AKSPUBLICATIONS

Ground floor Mian Chamber3 - Temple Road
Ph:042-37300584,Cell # 0304-2224000, 0348-4078844
E-mail:publications.aks@gmail.com

انتساب

نجم الدین احمدؒ
کے نام

فہرست

ہیرٹا مُلّر

نجم الدین احمد

رومانیہ نژاد جرمن مصنفہ ہیرٹا مُلّر کو ۲۰۰۹ء میں پہلی بار عالمی سطح پر سب سے بڑی کامیابی اُن کے ناول *Atemschaukel (The Hunger Angel)* کی جرمن بک پرائز *(Deutscher Buckpreis)* کے لیے نامزدگی اور فرانز وَرفل ہیومن رائٹس ایوارڈ ملنے پر ملی۔ اسی برس ہیرٹا مُلّر کو دُوسری بڑی کامیابی اُس وقت ملی جب سویڈش اکیڈمی نے اُن کے لیے نوبیل انعام کا اعلان اِن الفاظ کے ساتھ کیا: ''وہ شاعری پر ارتکاز اور جرأت مندانہ نثر سے جلاوطنوں کی تصویر کشی کرتی ہیں۔'' سویڈش اکیڈمی نے ہیرٹا مُلّر کے اُسلوب اور جرمن زبان کی بطور اقلیتی زبان کے استعمال کا فرانز کافکا سے موازنہ کیا اور اُس پر کافکا کے اثرات کو نُمایاں کیا۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ نوبیل انعام کمیونزم کے خاتمے کی بیسویں سالگرہ پر دیا گیا۔

ادب کا نوبیل انعام حاصل کرنے والی ہیرٹا مُلّر جرمن ناول نگار، شاعرہ اور مضمون نگار ہیں جو رومانیہ میں پیدا ہوئیں۔ وہ ۱۷راگست ۱۹۵۳ء کو مغربی رومانیہ کے ضلع تیمس کے جرمن زبان بولے جانے والے قصبے نِتچی ڈورف (جرمن: نتز کی ڈورف) کو بانات سوابیائی[۱] کیتھولک کسان گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ مغربی رومانیہ کے اُس قصبے میں ۱۹۸۰ء تک جرمن زبان بولی جاتی رہی۔ رومانیہ میں اُن کے والدین جرمن اقلیت سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کے دادا ایک امیر کبیر کاشت کار اور کاروباری شخص تھے لیکن کمیونسٹ دور میں اُن کی دولت اور جائیداد ضبط ہوئی۔ اُن کے والد کمیونسٹ رومانیہ میں جنگِ عظیم دوم کے دوران وافن ایس ایس *(Wafen SS)* کے

لیے کام کرتے اور اپنی روزی ایک ٹرک چلا کر کماتے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں اُن کی والدہ کو، جب وہ محض سترہ برس کی تھیں، جرمن اقلیت کے دیگر ایک لاکھ افراد کے ہمراہ سویت یونین میں جبری مشقت کے کیمپوں میں بھیج دیا گیا جہاں سے اُنھیں پانچ برس بعد ۱۹۵۰ء میں رہائی ملی۔

ہیرٹا مُلّر کی مادری زبان جرمن ہے۔ اُنھوں نے رومانیائی زبان سکول میں سیکھی۔ وہ تیمی سوار یونیورسٹی میں جرمن اور رومانیائی ادب کی طالب علم رہی ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں اُنھوں نے ایک کارخانے میں بطور مترجم ملازمت کر لی لیکن ۱۹۷۹ء میں اُنھیں نوکری سے برخاست کر دیا گیا کیوں کہ اُنھوں نے کمیونسٹ دور کی خفیہ پولیس سیکوری ٹیٹ کا مخبر بننے سے انکار کر دیا تھا۔ ملازمت سے برخاستگی کے بعد اُنھوں نے نجی طور پر کنڈرگارٹن اور جرمن کی تعلیم دے کر حصولِ رزق کا سلسلہ جاری رکھا۔

ہیرٹا مُلّر کی پہلی کتاب Niederungen، جس کا انگریزی میں Nadirs کے نام سے ترجمہ ہُوا، رومانیہ میں ۱۹۸۲ء میں حکومتی سنسر کے بعد اشاعت پذیر ہوئی۔ یہ کتاب بانات میں جرمن ثقافت کے بارے میں ایک بچّے کے تأثرات پر ہے۔ اِس کتاب پر بانات، رومانیہ کے سوا بیائی قومی پریس کے کچھ لوگوں کی طرف سے ہیرٹا مُلّر کو تنقید کا سامنا کرنا پڑا کہ اُنھوں نے دیہی زندگی کی بے رحمانہ عکاسی کی ہے کیوں کہ اُنھوں نے رومانیہ میں آمریت پر شدید تنقید کی تھی۔ پس اُن کے اپنے وطن رومانیہ میں اُن کی تحریروں اور کتب کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی گئی، جب کہ رومانیہ سے باہر اُن کی لکھتوں پر مثبت تأثرات سامنے آئے۔ دو برس کے بعد جرمنی سے یہی کتاب غیر سنسر شدہ شائع ہوئی۔ اِسی برس کہانیوں پر مشتمل اُن کی دُوسری کتاب Druckender Tango in Romania، جو انگریزی میں Oppressive Tango کے عنوان سے ترجمہ ہوئی، بھی شائع ہوئی۔ اِن دونوں کتب میں ہیرٹا مُلّر نے ایک چھوٹے جرمن گاؤں کی زندگی کا بیانیہ پیش کرتے ہُوئے وہاں کی بدعنوانی، عدم برداشت اور ظلم وستم کو اپنا موضوع بنایا ہے۔

ہیرٹا مُلّر ایکشنز گروپ بانات کی رُکن بھی رہیں جو جرمن بولنے والے ادیبوں کا گروپ تھا اور نکولائی سیؤسیسکو کے دورِ حکومت میں کیے جانے والے سنسر کے خلاف آزادیِ اظہار کا حامی تھا۔ ہیرٹا مُلّر کی تحریریں بشمول The Land of Green Plums اِن ہی مسائل کا احاطہ کرتی ہیں۔

۱۹۸۵ء میں مُلر کو مغربی جرمنی ہجرت کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ بالآخر اجازت ملنے پر اُنھوں نے ۱۹۸۷ء میں اپنے شوہر ناول نگار رچرڈ واگنر کے ہم راہ جرمنی ہجرت کی اور مغربی برلن کو اپنا مسکن بنایا۔ دونوں میاں بیوی اب بھی مغربی برلن میں قیام پذیر ہیں۔ اُنھوں نے جرمن اور غیر ملکی جامعات اور کالجوں میں، جن میں پیڈر بورن، وارِوک، ہیمبرگ، سوان سی، گینز وِلے (فلوریڈا)، کیسل، گوٹن جن، ٹیو بن جَن اور زیورِچ وغیرہم شامل ہیں، لیکچر دیے۔ وہ ۱۹۹۵ء میں Deutsche fur Sprache and Dischtung کی رُکن بنیں اور تا حال اُس کی رُکن ہے۔ مابعد اُنھیں دیگر اعزازی عہدوں سے بھی نوازا گیا۔ ۱۹۹۷ء میں اُنھوں نے پین (PEN) سینٹر کو سابقہ جرمن ڈیموکریٹک ری پبلک برانچ میں ضم کرنے کی وجہ سے احتجاجاً سینٹر کو چھوڑ دیا۔

اُن کے ناول *Der Fuchs war damals der Jager (1992), Herztier Heute war ich mir lieber (1994), The Land of Green Plums (1996) nicht begegnet (1997),* اور *The Appointment (2001)* غلیظ آمریت اور رَوزمرہ زندگی میں استعماری طاقتوں کے ظلم وستم کا پول باریکیوں، جزئیات اور نفاست کے ساتھ کھولتے ہوئے بتاتے ہیں کہ آمریت میں عام آدمی کی زندگی اجیرن کرنے کے لیے کیسے کیسے حربے آزمائے جاتے ہیں۔

ہیرٹا مُلر کو ملنے والے اعزازات وانعامات کی ایک طویل فہرست ہے۔ اُنھیں کم وبیش چوبیس انعامات واعزازات سے نوازا گیا۔ جن میں اسپیکٹے لٹریچر پرائز ۱۹۸۴ء، کرانچ سٹینر لٹریچر پرائز ۱۹۹۱، کرِٹیکل پرائز فار لٹریچر ۱۹۹۳ء، سٹی رائٹر آف فرینکفرٹ۔ برجن۔ اینخائم ۹۶/۱۹۹۵ء، لٹریچر پرائز آف گراز ۱۹۹۷ء، لٹریچر پرائز آف کونارڈ۔ ایڈیناؤر۔ سٹفٹنگ ۲۰۰۴ء، برلن لٹریچر پرائز ۲۰۰۵ء ورتھ پرائز فار یورپین لٹریچر اینڈ والٹر۔ ہیزن کلیور لٹریچر پرائز ۲۰۰۶ء ودِیگر شامل ہیں۔

ہیرٹا مُلّر نے اپنے نوبیل خطبے ”ہر لفظ کچھ نہ کچھ شیطانی گھن چکّر رکھتا ہے۔“ میں ’رُومال‘ کے لفظ کو گہرے استعارے کے طور پر استعمال کرتے ہُوئے بہت سے مفاہیم میں استعمال کیا ہے، خاص طور پر آمریت کے تحفے میں دیے ہُوئے آنسو پُونچھنے کے لیے۔ اُنھوں نے اپنے خطبے میں آمریت کو اپنی لکھتوں اور مصوّری (کولاژ) میں اپنا نشانہ بنایا ہے۔ اُن کے خطبے کی ادب سے متعلق چُنیدہ

باتیں کچھ یوں ہیں۔

''کیا تمھارے پاس رومال ہے؟ یہ وہ سوال تھا جو ہر صبح میرے گھر سے نکل کر گلی میں جانے سے پہلے میری ماں مجھ سے کیا کرتی تھیں۔...... میں ایک فیکٹری میں مترجم کا کام کرتی تھی۔ تین برس تک معمول کی زندگی گذرتی رہی۔ پھر جب (آمر کا آلۂ کار نہ بننے پر۔ مترجم) مجھ سے میرا دفتر چھین لیا گیا تو زینے پر کھڑی شش و پنج میں مبتلا تھی۔ میں چند بار سیڑھیاں چڑھی اور اُتری۔ اُس وقت میں یک لخت ہی اپنی ماں کا بچّہ بن گئی تھی کیوں کہ میرے پاس رومال تھا۔ میں نے دُوسری اور تیسری منزل کے درمیانی زینے کے ایک قدمچے پر رومال بچھایا، اُسے اچھی طرح ہموار کیا اور اُس پر بیٹھ گئی۔ میں نے اپنی ضخیم لغات گھٹنوں پر رکھ لیں۔ ......میری دانش زینے کی دانش تھی اور زینہ میرا دفتر۔...... جہاں بیٹھ کر میں نے لغت سے 'زینہ' کا معنی دیکھا: پہلا قدم' آغاز کا قدم' ہوتا ہے یا پھر' آگے بڑھنے سے رُکنے' والا جسے 'بھنیسے کی تھوتھنی' بھی کہا جا سکتا ہے۔ ...... جو بولا نہیں جا سکتا لکھا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ لکھنے کا عمل ایک خاموش عمل ہے۔ دماغ سے ہاتھ تک کی محنت اور بیچ سے مُنھ نکل جاتا ہے۔ آمریت کے دوران میں بے تحاشا بولتی تھی۔ ......عموماً میری گفتگو کے ہولناک نتائج برآمد ہوتے۔ لیکن لکھنے کا آغاز چُپ چاپ ہُوا۔...... جو کچھ ہو رہا تھا اُسے تقریروں میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔...... لکھتے ہُوئے میں بس تلخ لفظوں کو سوچ کر گُڑھ ہی سکتی تھی۔ میں نے زندگی کی تمنا میں موت کے خوف کا سامنا کیا۔ لفظوں کی بُھوکی رہی۔ الفاظ کے گھن چکّر کے سوا کوئی شے میری حالت کو سنبھالا نہیں دے سکتی تھی۔ جو مُنھ سے ادا نہیں ہو سکتے تھے لکھے جاتے۔ میں واقعات کی تلاش میں ماری ماری پھرتی، اُنھیں لفظوں میں ڈھالتی۔ یہاں تک کہ کوئی ایسی تخلیق سامنے آجاتی جس سے میں پہلے آگاہ نہیں ہوتی تھی۔ حقیقت کے رُو برو الفاظ کے شیطانی گھن چکّر کی خاموش تصویر آ کھڑی ہوتی جو حقیقی پہلوؤں کا لحاظ نہ کرتی اور بے حد اہم کو گوتاہ اور معمولی کو بڑا کر دیتی۔...... میں بچپن میں مویشی چرانے جاتی تھی تو میں مویشی کے اعضاء کو (مراد ہے چیزوں کو۔ مترجم) اُن کے نام سے پُکارتی تھی مثلاً تھن کو تھن کہہ کر لیکن ہمارا آپس میں رابطہ نہ ہوتا پھر میں نے اُنھیں اپنے نام دے دیے۔...... ہمارا آپس میں بندھن قائم ہو گیا۔...... الفاظ کی ادائی کو پتا ہے کہ اُس کا اپنا کوئی انتخاب نہیں وہ چھَل دے سکتی ہے کیوں کہ اشیاء اپنے مادے سے مکر کرتی ہیں، احساسات اپنے اشاروں کنایوں سے گُم راہ کرتے ہیں۔

تلفظ اور اُن کا مفہوم سطحی ہوتا ہے جہاں مادے کا دھوکا اور اشاروں کنایوں کا فریب اکٹھے سامنے آتے ہیں۔ لِکھتوں میں یہ اعتبار کا نہیں بل کہ چَھل کے ایقان کا معاملہ ہے۔...... دوبارہ سیڑھی کی طرف لوٹتی ہوں۔ وہیں میں نے 'سُود مرکب' جیسے خُوب صُورت لفظ کا معنی بھی دیکھا: سیڑھی کی مانند چڑھتا ہُوا سُود۔...... لِکھتوں میں لفظ دو کام کرتے ہیں: سیڑھی کی مانند اُوپر ہی اُوپر چڑھتے ہیں اور لکھاری سے بہت کچھ چھین لیتے ہیں۔ جتنا لکھا جاتا ہے اُتنا ہی چھنتا جاتا ہے۔ محض وہی تجربہ بچتا ہے جو لکھنے سے رہ جائے۔ صرف الفاظ ہی دریافتیں کرتے ہیں کیوں کہ وہ اُن سے آشنا نہیں ہوتے۔...... مجھے لگتا ہے کہ اشیاء اپنی ماہیت سے آگاہ نہیں، کنائے اپنے محسوسات سے نا آشنا ہیں اور لفظ اپنی ادائی والے مُنھ کو نہیں جانتے لیکن ہمیں اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لیے اشیاء، کنایوں اور الفاظ کی ضرورت ہے۔ ہم جتنے زیادہ الفاظ برتتے ہیں اُتنے ہی زیادہ آزاد ہو جاتے ہیں۔ اگر ہمیں مُنھ بندی کا اِذن ہو تو ہم اپنا اظہار کنایوں اور اشیاء سے کرتے ہیں جن کو سمجھنا دشوار ہوتا ہے اور جو ابہام پیدا کرتے ہیں۔...... میری خواہش ہے کہ میں اُن سب کے لیے ایک فقرہ کہوں جو روز آمریت کے ہاتھوں بےتوقیر ہوتے ہیں۔...... اِس فقرے میں 'رومال' کا لفظ ضرور ہو۔ کیا آپ کے پاس رومال ہے؟''

ا؎ Swabia: مغربی جرمنی کا جنوب مغربی علاقہ اور سابقہ شاہی ریاست جس میں سیاہ جنگلات پائے جاتے ہیں۔ اِس کا مشرقی حِصّہ جنوب مغربی باویریا کا ایک انتظامی صوبہ ہے جس کا دارالخلافہ آگس برگ ہے۔ سوابیا کے باشندے کو سوابیائی (Swabian) کہا جاتا ہے۔

"دی پاسپورٹ" کی ستائش میں

''میولر جرأت مند ہے اور اُس نے ریاستی مرکزی مطلق العنانیت کو اپنے ماورائے حقیقت متخیلے کے ذریعے منظر عام پر لایا ہے۔ دی پاسپورٹ، جو اُس کے رومانیہ سے فرار ہونے سے چند ماہ قبل 1986 میں برلن میں چھپا تھا، دیہات سے فرار ہونے کا تقریباً علامتی حزنیہ ہے۔ میولر یورپی لوک داستان کے اعلیٰ معیار کو ہنروری کے ساتھ استعمال کرتی ہے۔ کہانی رومانیہ کے ایک جرمن نژاد لوگوں کے گاؤں پر ترتیب دی گئی ہے جہاں لوگ مغرب کے ملکوں کی طرز کی زندگی کرنے کے خواب دیکھتے ہیں، کہانی کسی بھی ملک کی زندگی کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے جہاں لوگوں کے پاس جبر سے فرار کا واحد ذریعہ فینٹسی ہے۔ سیاست، سچائی، جرأت مندانہ گواہی اور دیے گئے پیغام کا وزن اکثر نوبل انعام برائے ادب کے حق دار کا تعین کرتے ہیں۔۔۔۔ ہارٹا میولر میں یہ تمام عوامل موجود ہیں اور فن کار بھی جس اکیلے کی آواز اشارہ کرتی ہے، کہانی سنانے اور دنیا کی شکل دکھانے پر مصر۔''

ایلین بیڑس بی۔۔۔۔ آئرش ٹائمز

''ہارٹا میولر کی زبان خالص شاعری ہے۔ ہر فقرے میں شاعری کا ردھم ہے اور یہ واقعتاً شاعری یا مصوری ہی ہے۔''

نیو رینجبر ناشرٹن

''ہارٹا میولر ایک ایسے طبقے کی کہانی بیان کرتی ہے جو شکست وریخت کا شکار ہے، ایک دم ٹوٹتا ہوا گاؤں جس کے رہائشی نقل مکانی کر جانا چاہتے ہیں۔ اِس کہانی کا مرکز مل والا وِنڈِش ہے جو اپنے پاسپورٹ کا منتظر ہے۔ وہ میئر کو آٹے کے بورے رشوت کے طور پر دیتا ہے لیکن بیکار۔ اب مجبوری سے اُبھرتے غصے کے تحت اُسے اپنی بیٹی کو پولیس رضا کار اور پادری کے پاس بھیجنا پڑتا ہے تاکہ وہ اُن کے بستروں میں سے پاسپورٹ اور بپتسما کے سرٹیفکیٹ تلاش کر لے۔ آمرانہ حکومت کی غلیظ حقیقتیں، ایک غمزدہ ملک کے غمزدہ گاؤں میں کپکپی پیدا کر دینے والی، دور بیں، گور کنارے شاعرانہ تقریر۔۔۔۔۔''

نیوز ورخرز ائننگ۔

پیش لفظ

دی پاسپورٹ ہارٹا میولر کی مختصر ترین اور مہیب ترین کتابوں میں مختصر ترین اور مہیب ترین ہے۔اِس گھٹنے اور گھٹے ہوئے ماحول کے منظر نامے میں جو کردار محوِ عمل ہیں، اُن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی وجہ سے خوف زدہ ہے۔وہ لازماً جنگ، جسے ہم نسلی صفائی ستھرائی کہیں گے، اور رومانیہ میں چاؤسسکی کے اپنی مثال آپ کے احمقانہ آمرانہ نظام کے شکار رہے تھے۔اُنھیں سوابین (Swabians) کہا جاتا ہے اور اُن کا تعلق جرمن بولنے والی اقلیت کے ساتھ ہے۔یہ دیہاتی، بنات کے صوبے میں بے خانماں ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہاں سے نکل کر وہ کہیں جا نہیں سکتے اور متعدد ناخوشگوار وجوہات کی بنا پر اُنھوں نے یہیں جان دے دینی ہے۔اِس ناول میں بہت کچھ بتایا گیا ہے۔لیکن اِس کی تہہ میں مِل مالک وِنڈ یچ کی کہانی ہے جو اپنی بیوی اور بیٹی کو مغربی جرمنی کے کسی شہر، میونخ یا سٹگراڈ یا کسی اور شہر میں لے جانے پر تلا ہوا ہے جہاں ایک بہتر زندگی اُن کی منتظر ہے۔ملک سے باہر جانے کے لیے اُسے پاسپورٹ کی ضرورت ہے اور پاسپورٹ حاصل کرنے کے اُسے مئیر کو آٹے کے بوروں کی رشوت دینا ضروری ہے۔پولیس رضا کار اور پادری کو۔۔۔۔جو اخلاقی طور پر بھٹکے ہوئے طبقے کے مضبوط ستون ہیں، اِس چھوٹی سی قیمتی کتاب جس نے اُس کی آزادی کا پروانہ بن جانا ہے۔۔۔اُسے مل جانے سے پہلے کچھ اور درکار ہے۔وہ اِس انتہائی مایوس آدمی کو یاد دلاتے ہیں کہ اُس کی ایک خوب صورت بیٹی ایملی ہے اور اِس کارروائی کو تسلی بخش طریقے سے تکمیل دینے کا اختیار اُس کے پاس ہے۔اُس پر اُن آدمیوں کی مانگ بالکل واضح ہے۔

اگر دیکھا جائے تو یہ ہی کہانی کا پلاٹ ہے۔کوئی بھی روائتی کہانی کار اِسے ایسے ہتھیار کے

طور پر استعمال کرتا جس میں قاری دل چسپی میں گم صفحے پلٹے جاتا اور اُس کے تجسس کو بڑھانے کے لیے ایک یا دو قتل بھی کروا دیے جاتے۔ لیکن میولر کی تحریر میں جھٹکے والی نثر بعض اوقات کچھ اور کہتی ہے۔ وہ اُن لوگوں کو آواز مہیا کرنے کا مصمم ارادہ کیے ہوئے ہے جن کی گویائی ریاست نے صلب کر لی تھی۔ رومانیہ کے ہنگری اور جرمن نژاد اِس امر سے بخوبی واقف تھے کہ وہ دوسری جنگِ عظیم اور ماد بعد ایسے دوسرے درجے کے شہری تھے جن کی اہمیت غیر مطلوبہ آنے والوں سے بھی کم تھی۔ نسلی برتری کے ایسے تکبرانہ حوالوں نے جو چاؤسسکی پارلیمنٹ میں دیتا تھا خالص اور ناخالص کے درمیان فرق کو مزید ہوا دی۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ 'خالص' بھی ایک بدحالی کے دور میں سے گزرے جب چاؤسسکی اور اُس کی ظالم بیوی ایلینا درخشندہ قوم کے باپ اور ماں ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے جب کہ 'ناخالص' کو اِس سے بھی زیادہ سختیاں جھیلنا پڑیں۔

اگر اکثر' دی پاسپورٹ' (کا جرمن میں ترجمہ کیا جائے تو اِس کا لفظی ترجمہ 'آدمی ایک بڑا اسرخاب ہے،' بنے گا۔) کی قرأت قرونِ وسطیٰ کی اخلاقیات یا بردرز گرِم کی دوبارہ تشکیل کی ہوئی پراسرار پریوں کی کہانی یاد دلاتی ہے، تو میولر نے ایسا ارادتاً کیا ہے۔ اُس کے کردار قابلِ شناخت بورژوا معاشرے کا حصہ نہیں ہیں، اُن میں سے چند کے پاس صرف ٹیلی فون اور ٹیلی ویژن سیٹ ہیں۔ گاؤں کے اوپر چکر کاٹتا اُلو موت کا پیامبر ہی ہے، جیسا کہ صدیوں سے کہا جا رہا ہے۔ گزرے ہوئے زمانوں کے تعصبات کو روزانہ کی زندگی میں اہمیت دی جاتی ہے۔ عورتیں یا تو طوائفیں ہیں اور یا گھروں میں غلام یا دونوں ہی، جب کہ مرد اپنی محنت سے مضحکہ خیز قسم کی مزدوری حاصل کرتے ہیں جسے کمیونزم نے مزید مضحک بنا دیا ہے۔ کچھ بھی نہیں بدلا کیوں کہ کچھ بھی بدلنے کی اُمید نہیں۔

(۲)

دی پاسپورٹ ایک مکمل سیاسی ناول ہے، لیکن بظاہر نہیں۔ کسی بھی طرح اِس میں کوئی 'پیغام' نہیں۔ ایک بار، صرف ایک بار مصنفہ سٹالینی کمیونزم کے خلاف اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتی ہے جو اُس کے نوجوانی کے سالوں اور مابعد میں رومانیہ میں قائم تھا۔ جیسا کہ ہزاروں اُستادوں کو 1970\80 کی دہائیوں میں حکم تھا، ایملی پرائمری سکول کے اپنے شاگردوں کو جوش کے ساتھ پارٹی کی تعریف میں پڑھا رہی ہے:

''ایملی نقشے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔'' یہ ہمارا آبائی وطن ہے۔'' اپنی انگلیوں کی مدد سے وہ نقشے پر سیاہ نقطے تلاش کرتی ہے۔'' یہ ہمارے آبائی وطن کے شہر ہیں۔'' ایملی کہتی ہے۔'' شہر اس بڑے گھر یعنی ہمارے ملک کے کمرے ہیں۔ ہمارے باپ اور ہماری مائیں ہمارے گھروں میں رہتے ہیں۔ وہ ہمارے والدین ہیں۔ ہر بچے کے اپنے والدین ہیں۔ جس طرح جس گھر میں ہم رہتے ہیں، اُس گھر کا باپ ہمارا باپ ہے؛ اُسی طرح کامریڈ نکولائے چاؤسسکی ہمارے ملک کے باپ ہیں۔ جس طرح جس گھر میں ہم رہتے ہیں، اُس گھر کی ماں ہماری ماں ہے؛ اُسی طرح کامریڈ ایلینا چاؤسسکی تمام بچوں کی ماں ہیں۔ تمام بچے کامریڈ نکولائے چاؤسسکی اور کامریڈ ایلینا چاؤسسکی سے محبت کرتے ہیں کیوں کہ وہ اُن کے والدین ہیں۔''

آمین۔ یہاں ہارٹا میولر اعتراف کرتی ہے کہ اُس کی طنز نگاری کی اہلیت اُن ذہین اور ذمے دار شہریوں کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جنھیں قانونا رٹی رٹائی باتیں کرنے کا حکم تھا۔ باتیں بنائی نہیں جا سکتیں جس طرح مقبول عام صحافی بنا لیتے ہیں۔ 1989 کی کرسمس کو جب رومانیہ تاریخ کا حصہ بننا شروع ہوا اُسے دودھو کے بازعفریتوں اور اُن کے ڈرپوک اور خوشامدی چیلوں نے ایک پاگل گھر بنا دیا تھا۔ یہ عہد ساز رومانوی انشا پرداز اور ناول نگار نارمن مینیا ہی تھا جس نے اپنی اہم کتاب on clowns میں واضح اشارہ کیا کہ چاؤسسکی کا یہ اہم کارنامہ تھا کہ اُس نے اپنے آپ کو اُس ملک میں عقل و دانش کا ستون ظاہر کیا جہاں احسان فراموشوں کو پاگل سمجھا جاتا تھا۔ در حقیقت، میں یہ تصدیق کر سکتا ہوں کہ انقلاب سے چند مہینے پہلے میری جن لکھاریوں، اُستادوں اور اداکاروں سے ملاقات ہوئی، اُنھوں نے اپنے متعلق یہ کہا: ''وہ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہم پاگل ہیں۔'' اُنھوں نے اپنے اپنے طنزیہ انداز میں بتایا۔ '' کیوں کہ وہ ہمیں ایسے ہی دیکھنا چاہتا ہے۔''

عظیم شاعر جارج بیکوویا نے رومانیہ کی تعریف ایسے کی، ''غمگیں ملک، مزاح سے بھرا ہوا۔'' ہرٹا میولر اُس غمگینی کو ایک ادبی اظہار عطا کرتی ہے جو دی پاسپورٹ میں نا اُمیدی کے کناروں کو مس کر رہا ہے۔ اُس کا پیش کردہ مزاح آخری مورچے کی طرح ہے جہاں مزاح، خوف کا روپ دھارے نظر آتا ہے۔

پال بیلی

سڑک کا گڑھا

جنگ کی یادگار کے گرد گلاب ہیں۔ وہ ایک جھنڈ کی شکل میں ہیں۔ وہ اتنے پھیلے ہوئے ہیں کہ گھاس کا سانس گھونٹتے ہیں۔ اُن کے پھول سفید رنگ کے ہیں اور انھیں کاغذ کی طرح سلیقے سے تہہ کیا گیا ہے۔ وہ سرسراتے ہیں۔ صبح ہونے والی ہے۔ جلد ہی دن چڑھ آئے گا۔

ہر صبح جب وِنڈ یِچ سڑک پر بائیسکل چلاتے ہوئے مِل کو جاتا ہے تو وہ دن کا شمار کرتا ہے۔ جنگ کی یادگار کے سامنے وہ سالوں کو گنتا ہے۔ پاپولر کے پہلے درخت کے بعد جہاں وہ گڑھے میں سے گزرتا ہے، وہ دنوں کی گنتی کرتا ہے۔ شام کو جب وِنڈ یِچ مِل بند کرتا ہے تو وہ پھر سالوں اور دِنوں کو گنتا ہے۔

وہ دور سے چھوٹے چھوٹے سفید گلابوں، جنگ کی یادگار اور پوپلر کے درخت کو دیکھ سکتا ہے۔ جب دھند ہوتی ہے تو اُسے بائیسکل پر جاتے ہوئے گلابوں اور پتھر کی سفیدی نزدیک دکھائی دیتی۔ وہ بائیسکل چلائے چلا جاتا ہے۔ وِنڈ یِچ کا چہرہ بھیگا ہوتا ہے اور وہ اُس وقت تک بائیسکل چلائے جاتا ہے جب تک وہاں پہنچ نہیں جاتا۔ دو بار گلاب کی جھاڑیوں کے کانٹے عریاں اور نیچے جڑی بوٹیوں کے پتے خشک تھے۔ دونوں مرتبہ پوپلر اتنا ٹنڈ منڈ تھا کہ اُس کی چھال لگ بھگ الگ ہوگئی تھی۔ دونوں بار راستوں پر برف تھی۔

وِنڈ یِچ جنگ کی یادگار کے پاس دو سالوں اور پوپلر کے کے قریب گڑھے میں دو دو سو اکیس دنوں کی گنتی کرتا ہے۔

ہر روز جب وِنڈ یِچ کو گڑھے کا جھٹکا لگتا ہے تو وہ سوچتا ہے: ''یہیں اختتام ہے۔'' چوں کہ وِنڈ یِچ نے ہجرت کرنے کا فیصلہ خود کیا ہے، وہ گاؤں میں ہر جگہ ہی اختتام

دیکھتا ہے۔اور وقت اُن کے لیے ساکت کھڑا رہتا ہے جو ٹھہرنا چاہتے ہیں۔اور وِنڈرچ سوچتا ہے کہ رات کا چوکیدارا اختتام کے بعد بھی ٹھہرے گا۔

وِنڈرچ دوسوا کیس دِن گن چکا اور گڑھا اُسے جھٹکا دے چکا، وہ پہلی بار بائیسکل سے اُترتا ہے۔وہ بائیسکل کو پوپلر کے درخت کے ساتھ کھڑا کرتا ہے۔اُس کے قدم بلند آواز پیدا کرتے ہیں۔گرجا گھر کے صحن میں سے جنگلی کبوتر اُڑ جاتے ہیں۔وہ اُتنے ہی خاکستری ہیں جتنی کہ روشنی۔صرف اُڑنے کی آواز اُنھیں مختلف بناتی ہے۔

وِنڈرچ صلیب کا نشان بناتا ہے۔دروازے کا کنڈا گیلا ہے۔وہ وِنڈرچ کے ہاتھ کے ساتھ چپکتا ہے۔گرجا گھر کے دروازے کو تالا لگا ہوا ہے۔سینٹ انتھونی دیوار کی دوسری طرف ہے۔اُس کے ہاتھ میں سوسن کا سفید پھول اور بھوری کتاب ہے۔وہ تالے کے اندر بند ہے۔

وِنڈرچ کو جھرجھری آتی ہے۔وہ گلی میں دور تک دیکھتا ہے۔جہاں یہ ختم ہوتی ہے وہاں گھاس گاؤں میں داخل ہوتا ہے۔گلی کی حد پر ایک آدمی چل رہا ہے۔آدمی کھیت میں چلتا ہوا ایک کالا دھاگا ہے۔گھاس کی لہریں اُسے زمین سے اوپر اُٹھا لیتی ہیں۔

زمین کا مینڈک

مِل خاموش ہے۔ دیواریں خاموش ہیں اور چھت خاموش ہے۔ اور مِل کے پاٹ خاموش ہیں۔ وِنڈ بیچ نے بٹن دبا کے روشنی بند کر دی ہے۔ پہیوں کے درمیان میں رات ہے۔ اندھیری ہوا آٹے سے نکلتی دھوڑ، مکھیوں اور بوریوں کو نگل گئی ہے۔

رات کا چوکیدار مِل کے بینچ پر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ سو رہا ہے۔ اُس کا منہ کھلا ہوا ہے۔ بینچ کے نیچے سے اُس کے کتے کی آنکھیں چمکتی ہیں۔

وِنڈ بیچ اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں کی مدد سے بوری اُٹھاتا ہے۔ وہ اُسے مِل کی دیوار کے ساتھ ٹکا دیتا ہے۔ کتا دیکھتا ہے اور جمائی لیتا ہے۔ اُس کے سفید دانت نظر آتے ہیں۔

مِل کے دروازے میں چابی گھومتی ہے۔ وِنڈ بیچ کی انگلیوں کے درمیان میں تالا ٹھک کی آواز سے کھلتا ہے۔ وِنڈ بیچ گنتی کرتا ہے۔ وِنڈ بیچ کو اپنی کنپٹیاں پھٹتی محسوس ہوتی ہیں اور وہ سوچتا ہے: ''میرا سر ایک گھڑیال ہے۔'' وہ چابی جیب میں ڈال دیتا ہے۔ کتا بھونکتا ہے۔ ''بہار کے آنے تک اِسے بند رکھوں گا۔'' وِنڈ بیچ بلند آواز میں کہتا ہے۔

رات کا چوکیدار ہیٹ ماتھے سے نیچے کھینچتا ہے۔ وہ آنکھیں کھولتا ہے اور جمائی لیتا ہے۔ ''رکھوالی والے فوجی سنتری۔'' وہ کہتا ہے۔

وِنڈ بیچ مِل کے تالاب تک جاتا ہے۔ کنارے پر خشک گھاس کا ایک گٹھا پڑا ہوا ہے۔ تالاب میں عکس پر سیاہ دھبا ہے۔ دھبا گہرائی میں گڑھا بن جاتا ہے۔ وِنڈ بیچ خشک گھاس میں سے اپنا بائیسکل نکالتا ہے۔

''گھاس میں چوہا ہے۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔

وِنڈ بیچ بائیسکل کی کاٹھی پر سے گھاس کے تنکے ہٹاتا ہے۔ وہ اُنھیں پانی میں پھینکتا

ہے۔ ''میں نے اِسے دیکھا تھا۔ اُس نے خود کو پانی میں پھینک دیا تھا۔'' تنکے بالوں کی طرح تیرتے ہیں۔ وہ چھوٹے چھوٹے بھنور بناتے ہیں۔ سیاہ دھبا پانی میں تیر رہا ہے۔ وِنڈ یچ اپنے متحرک عکس کو دیکھتا ہے۔

رات کا چوکیدار کتے کے پیٹ پر لات مارتا ہے۔ کتا تکلیف بھری آواز نکالتا ہے۔ وِنڈ یچ گڑھے میں دیکھتا ہے اور کتے کی تکلیف کی آواز پانی کے اندر سے سنتا ہے۔ ''راتیں لمبی ہیں۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ وِنڈ یچ ایک قدم پیچھے ہٹتا ہے۔ وہ کنارے سے ہٹ جاتا ہے۔ وہ کنارے سے ہٹ کے کھڑے کھڑے گھاس کے گٹھے کی نہ بدلتی ہوئی تصویر دیکھتا ہے۔ وہ ساکت ہے۔ اُس کا گڑھے کا ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ وہ رات سے زیادہ زرد ہے۔

اخبار سرسراتا ہے۔ رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''میرا پیٹ خالی ہے۔'' وہ تھوڑی سی روٹی اور سؤر کا گوشت نکالتا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں چاقو چمکتا ہے۔ وہ چباتا ہے۔ وہ چاقو کے پھل سے اپنی کلائی کھجاتا ہے۔

وِنڈ یچ بائیسکل کو راستے پر ڈالتا ہے۔ وہ چاند کو دیکھتا ہے۔ چباتے چباتے رات کا چوکیدار کہتا ہے، ''آدمی دنیا میں سرخاب کی طرح ہے۔'' وِنڈ یچ گٹھے کو اُٹھا کے سائیکل پر رکھتا ہے۔ ''آدمی طاقت ور ہے۔'' وہ کہتا ہے، ''جانوروں سے بھی زیادہ۔''

اخبار کا ایک حصہ ہوا میں اُڑ رہا ہے۔ ہوا اُسے ہاتھ کی طرح کھینچتی ہے۔ رات کا چوکیدار چاقو کو بنیچ پر رکھ دیتا ہے۔ ''میں تھوڑا سو یا۔'' وہ کہتا ہے۔ وِنڈ یچ اپنے بائیسکل پر جھکا ہوا ہے۔ وہ سر اُٹھا کے اوپر دیکھتا ہے۔

''اور میں نے تمھیں جگا دیا۔'' وہ کہتا ہے۔

''تم نے نہیں۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''میری بیوی نے مجھے جگایا۔'' اُس نے روٹی کے چُورے کو کوٹ سے جھاڑا۔ ''میں جانتا تھا کہ میں سو نہیں سکوں گا۔ چاند بڑا ہے۔ میں نے خشک مینڈک کو خواب میں دیکھا۔ میں بہت تھکا ہوا تھا۔ اُس کے بعد میں سو نہیں سکا۔ زمینی مینڈک بستر پر دراز تھا۔ میں اپنی بیوی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ زمینی مینڈک

نے میری بیوی کی آنکھوں سے دیکھا۔ اُس کی میری بیوی جیسی مینڈیاں تھیں۔ وہ اُس کی سونے والی قمیص پہنے تھا جو اُس کے پیٹ تک اُٹھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا، 'خود کو ڈھانپو۔ تمھاری ٹانگیں تھلتھلاتی ہوئی ہیں۔' میں پلنگ کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔ زمینی مینڈک میری بیوی کے چہرے سے مسکرایا۔ اُس نے کہا، 'کرسی چرچرا رہی ہے۔' کرسی چرچرائی نہیں تھی۔ زمینی مینڈک نے میری بیوی کی مینڈیاں اپنے کندھے پر رکھ لی تھیں۔ وہ شب خوابی والی قمیص جتنی لمبی تھیں۔ میں نے کہا، 'تمھارے بال لمبے ہو گئے ہیں۔' زمینی مینڈک نے سر اوپر اُٹھاتے ہوئے اونچی آواز میں کہا، 'تم شراب کے نشے میں ہو، تم کرسی سے گرنے والے ہو۔'"

چاند پر بادل کا سرخ ٹکڑا ہے۔ وِنڈ چ مل کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتا ہے۔ "آدمی احمق ہوتے ہیں۔" رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ "وہ معاف کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہوتے ہیں۔" کتا سوّر کے گوشت پر چڑھی تہہ کھاتا ہے۔ "میں نے اُسے بیکری والے کے لیے معاف کر دیا۔ شہر میں جو ہوا میں نے اُسے اُس کے لیے معاف کر دیا۔" وہ انگلی کے سرے سے چاقو کے پھل کو محسوس کرتا ہے۔ "پورا گاؤں مجھ پر ہنستا تھا۔" وِنڈ چ آہ بھرتا ہے۔ "میں اُس کے بعد اُس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکا۔" رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ "صرف ایک بات پر میں اُسے معاف نہیں کر سکا کہ وہ اتنی جلدی مر گئی جیسے اُس کا کوئی تھا ہی نہیں۔"

"خدا ہی جانتا ہے۔" وِنڈ چ کہتا ہے۔ "عورتیں کس کام کے لیے ہوتی ہیں۔"

رات کا چوکیدار اپنے کندھے اچکاتا ہے۔ "ہمارے لیے نہیں ہوتیں۔" وہ کہتا ہے۔ "میرے لیے نہیں، تمھارے لیے نہیں، مجھے نہیں معلوم کہ وہ کس کے لیے ہوتی ہیں۔" رات کا چوکیدار کتے کو تھپتھپاتا ہے۔

"اور ہماری بیٹیاں۔" وِنڈ چ کہتا ہے، "خدا ہی جانتا ہے، وہ بھی عورتیں بن جاتی ہیں۔" بائیسکل پر ایک سایہ ہے اور گھاس پر بھی۔ "میری بیٹی۔" وہ فقرے کو ذہن میں تولتا ہے۔ "میری ایملی اب باکرہ نہیں رہی۔" رات کا چوکیدار بادل کے سرخ ٹکڑے کو دیکھتا

ہے۔ ''میری بیٹی کی پنڈلیاں خربوزوں کی طرح ہیں۔'' وِنڈچ کہتا ہے۔ ''جیسا تم نے کہا ہے، میں اب اُس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتا۔ اُس کی آنکھوں میں ایک سایہ ہے۔'' کتا اپنا سر گھماتا ہے۔

''آنکھیں جھوٹ بولتی ہیں۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''لیکن پنڈلیاں نہیں۔'' وہ اپنے پاؤں کھولتا ہے۔ ''غور کرنا کہ تمھاری بیٹی کیسے چلتی ہے؟'' وہ کہتا ہے۔ ''جب وہ زمین پر پاؤں رکھے اور اُس کے جوتوں کے اگلے حصے باہر کی طرف ہوں تو سمجھنا کہ ہو چکا ہے۔''

رات کا چوکیدار ہیٹ کو اپنے ہاتھوں میں گھماتا ہے۔ کتا لیٹ جاتا ہے اور دیکھتا ہے۔ وِنڈچ خاموش ہے۔ ''شبنم گر رہی ہے۔ آٹا گیلا ہو جائے گا۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''مِئیر ناراض ہو جائے گا۔''

تالاب کے اوپر ایک پرندہ اُڑ رہا ہے۔ اُس کی پرواز سست اور سیدھی ہے جیسے رسی سے کھینچا جا رہا ہو۔ وہ پانی کے اتنا قریب ہے جیسے زمین پر ہو۔ وِنڈچ اپنی نظر سے اُس کا تعاقب کرتا ہے۔ ''بلی جیسا۔'' وہ کہتا ہے۔

''ایک اُلو۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ وہ منہ پر اپنا ہاتھ رکھتا ہے۔ ''بیوہ کرونر کے ہاں پچھلی تین راتوں سے بتی جل رہی ہے۔'' وِنڈچ اپنا بائیسکل سنبھالتا ہے۔

''وہ ابھی مر نہیں سکتی۔'' وہ کہتا ہے۔ ''اُلو ابھی تک کسی چھت پر نہیں بیٹھا۔''

وِنڈچ گھاس میں سے چلتے ہوئے چاند کو دیکھتا ہے۔ ''وِنڈچ! میں تمھیں سمجھا رہا ہوں کہ عورتیں دھوکہ دیتی ہیں۔'' رات کا چوکیدار پیچھے سے آواز دیتا ہے۔

سوئی

ترکھان کے گھر میں ابھی تک روشنی جل رہی ہے۔ وِنڈ چ رُک جاتا ہے۔ کھڑکی کا شیشہ چمک رہا ہے۔ اُس میں گلی اور درختوں کا عکس ہے۔ یہ تصویر جالی دار پردوں میں سے گزرتی ہے۔ ایک تابوت کا ڈھکن چولھے کے پاس دیوار کے ساتھ لگا پڑا ہے۔ وہ بیوہ کروزکی موت کا منتظر ہے۔ ڈھکن پر اُس کا نام لکھا ہوا ہے۔ فرنیچر کی موجودگی کے باوجود کمرہ خالی نظر آتا ہے کیوں کہ وہ کافی کھلا ہے۔

ترکھان میز کی طرف پیچھا کر کے کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ بیوی اُس کے سامنے کھڑی ہے۔ وہ شب خوابی کی دھاری دار قمیص پہنے ہوئے ہے۔ اُس کے ہاتھ میں سوئی ہے۔ خاکی دھاگہ سوئی میں سے لٹک رہا ہے۔ ترکھان نے شہادت کی انگلی بیوی کی طرف بڑھائی ہوئی ہے۔ عورت سوئی کی نوک سے انگلی کے گوشت میں سے لکڑی کا ٹکڑا نکال رہی ہے۔ انگلی میں سے خون بہہ رہا ہے۔ ترکھان انگلی پیچھے کھینچ لیتا ہے۔ عورت سوئی کو گرنے دیتی ہے۔ وہ نظر جھکا کے ہنستی ہے۔ ترکھان اُس کی شب خوابی کی قمیص کے اندر ہاتھ ڈالتا ہے۔ قمیص اوپر کو اُٹھ جاتی ہے اور دھاریاں بل کھاتی ہیں۔ ترکھان خون بہتی انگلی سے بیوی کے پستان پکڑ لیتا ہے۔ اُس کے پستان بڑے ہیں۔ اُن میں لرزہ ہے۔ خاکی دھاگہ کرسی کی ٹانگ پر لٹک رہا ہے۔ سوئی نیچے کی طرف لٹکی ہوئی ہے اور جھول رہی ہے۔

پلنگ تابوت کے ڈھکن کے پاس ہے۔ تکیہ نقشین ہے۔ اُس پر چھوٹے بڑے نشان پھیلے ہوئے ہیں۔ چادر سفید رنگ کی ہے اور پلنگ پوش بھی۔

اُلو کھڑکی کے پاس سے گزرتا ہے۔ اُس کے پروں کی ایک پھڑ پھڑاہٹ اُسے کھڑکی کے شیشے کے دوسری طرف لے جاتی ہے۔ وہ پرواز کے دوران میں پروں کو پھڑ پھڑاتا

ہے۔ روشنی ایسے زاویے پر پڑتی ہے کہ اُلو ایک کی بجائے دو نظر آتے ہیں۔

عورت جھکی ہوئی ہے اور میز کے سامنے آگے اور پیچھے پھر رہی ہے۔ ترکھان اُسے ٹانگوں کے بیچ میں سے پکڑ لیتا ہے۔ عورت لٹکتی ہوئی سوئی کو دیکھتی ہے۔ وہ اُس کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہے۔ دھاگا جھول رہا ہے۔ عورت اپنے ہاتھ کو جسم کے نیچے کی طرف سرکنے دیتی ہے۔ وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتی ہے۔ وہ اپنا منہ کھولتی ہے۔ ترکھان کلائی سے پکڑ کر اُسے بستر میں کھینچتا ہے۔ وہ اپنی پتلون کرسی پر پھینکتا ہے۔ اُس کا زیرِ جامہ چیتھڑے کی طرح پتلون کے پائینچوں میں اٹکا ہوا ہے۔ عورت اپنی ٹانگیں کھولتی اور گھٹنوں کو خم دیتی ہے۔ اُس کا پیٹ آٹے کے پیڑے سے بنا ہوا ہے۔ اُس کی ٹانگیں چادر پر سفید کھڑکی کے چوکھٹے ہیں۔

کالے فریم کے اندر ایک تصویر پلنگ کے اوپر لٹک رہی ہے۔ ترکھان کی ماں کا سرپوش اپنے خاوند کے ہیٹ کے گھیرے کے ساتھ پڑا ہے۔ شیشے میں ایک دھبہ ہے۔ دھبہ اُس کی تھوڑی پر ہے۔ وہ تصویر میں سے نکل کے مسکراتی ہے۔ وہ قربِ مرگ میں مسکراتی ہے۔ وہ دیوار کے اندر سے کمرے پر مسکراتی ہے۔

کنوئیں کی چرخی گھوم رہی ہے کیوں کہ چاند بڑا ہے اور پانی پی رہا ہے۔ کیوں کہ ہوا اُس کے تاروں میں ہے۔ بورا سیلا ہے۔ وہ پچھلے پہیے پر سوئے ہوئے آدمی کی طرح لٹک رہا ہے۔ ''بورا میرے پیچھے مرے ہوئے آدمی کی لٹک رہا ہے۔'' وِنڈیچ سوچتا ہے۔

''ترکھان کی ماں صبر کر گئی ہے۔'' وِنڈیچ سوچتا ہے۔

سفید ڈھیلیا

ترکھان کی ماں نے اگست کی گرمی میں تربوز کو بالٹی میں رکھ کر کنوئیں کے اندر لٹکا یا ہوا ہے۔کنوئیں نے بالٹی کے گرد لہریں بنائیں۔پانی نے سبز چھلکے کے گرد قلقل کی آواز نکالی۔ پانی نے تربوز کو ٹھنڈا کیا۔

ترکھان کی ماں بڑا چاقو تھامے باغ میں گئی تھی۔باغ کا راستہ ہل چلائی لیکھ تھا۔سلاد کے پتے بڑے ہو گئے تھے۔اُن کے پتے اُس سفید دودھ سے آپس میں جڑے ہوئے تھے جو تنے میں سے نکلتا ہے۔ترکھان کی ماں چاقو پکڑے لیکھ میں سے گزری۔جہاں باڑ ختم ہوتی ہے اور باغ شروع ہوتا ہے وہاں ایک سفید ڈھیلیا کھلا ہوا تھا۔ڈھیلیا اُس کے کندھے جتنا اونچا تھا۔ترکھان کی ماں نے ڈھیلیا سونگھا۔اُس نے سفید پتوں کو دیر تک سونگھا۔اُس نے ڈھیلیا میں سانس لیا۔اُس نے ماتھے کو رگڑا اور صحن میں دیکھا۔

ترکھان کی ماں نے سفید ڈھیلیا کو چاقو سے کاٹا۔

''تربوز تو ایک بہانہ تھا۔'' ترکھان نے جنازے کے بعد کہا۔''ڈھیلیا اُس کی بدقسمتی تھی۔''اور ترکھان کے پڑوسی نے کہا۔''ڈھیلیا ایک وژن تھا۔''

''کیوں کہ وہ گرمیاں اتنی خشک تھیں۔'' ترکھان کی بیوی نے کہا۔''ڈھیلیا کے تمام پتے سفید اور بند تھے۔اُس کا پھول ہر ڈھیلیا سے بڑا تھا۔کیوں اُن گرمیوں میں ہوا نہیں چلی،اُس کی پتیاں نہیں گریں۔ڈھیلیا بہت پہلے ہی مر چکا تھا لیکن وہ مرجھایا نہیں۔''

''تم اسے کھڑا نہیں کر سکتے۔''ترکھان نے کہا۔''کوئی بھی نہیں کر سکتا۔''

کوئی بھی نہیں جانتا کہ ترکھان کی ماں نے ڈھیلیا کاٹنے کے بعد اُس کے ساتھ کیا کیا۔وہ ڈھیلیا گھر نہیں لائی۔اُس نے اُسے کمرے میں نہیں رکھا۔اُس نے اُسے باغ میں

بھی نہیں چھوڑا۔

''وہ باغ سے باہر آئی تو اُس کے ہاتھ میں بڑا چاقو تھا۔'' ترکھان نے کہا۔ ''ڈھیلیا جیسا کچھ اُس کی آنکھوں میں تھا۔ اُس کی آنکھوں کی سفیدی خشک تھی۔''

''شاید یہ بھی ہو۔'' ترکھان نے کہا۔ ''کہ اُسے تربوز کا انتظار تھا اور اُس نے ڈھیلیا کی پتیاں بکھیر دیں، اپنے ہاتھوں سے ہر پتی توڑی۔ ایک پتی بھی زمین پر نہیں تھی، جیسے باغ کوئی کمرہ ہو۔''

''میرا ماننا ہے۔'' ترکھان نے کہا۔ ''اُس نے بڑے چاقو سے زمین میں ایک گڑھا کھودا۔ ڈھیلیا اُس میں دفن کر دیا۔''

سہ پہر کو ترکھان کی ماں نے کنوئیں میں سے بالٹی کو باہر نکال لیا تھا۔ اُس نے تربوز کو لے جا کر باورچی خانے کی میز پر رکھا۔ تربوز کے سبز چھلکے میں چاقو کی نوک گھونپی۔ اُس نے تربوز کے درمیان میں بڑے چاقو اور بازو کو ایک دائرے میں گھمایا اور تربوز کو درمیان میں سے کاٹ ڈالا۔ تربوز چیخا۔ وہ موت کی آواز تھی۔ کنوئیں میں، کھانے کی میز پر، جب تک اِس کے دو حصے نہیں کیے گئے تھے، تب تک تربوز زِندہ تھا۔

ترکھان کی ماں نے آنکھیں پوری کھول دی تھیں۔ کیوں کہ اُس کی آنکھیں ڈھیلیا کی طرح خشک تھیں، وہ بڑی نہیں ہوئیں۔ چاقو کے پھل سے رَس گر رہا تھا۔ سرخ گودے کو دیکھتے ہوئے اُس کی آنکھیں چھوٹی اور نفرت سے بھری ہوئی تھیں۔ کالے بیج کنگھے کے دندانوں کی طرح ایک دوسرے کے اوپر پڑے ہوئے تھے۔

ترکھان کی ماں نے تربوز کی قاشیں نہیں بنائی تھیں۔ اُس نے دونوں حصے اپنے سامنے رکھ لیے۔ اُس نے سُرخ گودے کو چاقو کے سرے کے ساتھ نکالا۔ ''میں نے جتنی بھی آنکھیں دیکھی ہیں، اُس کی آنکھیں سب سے زیادہ حریص تھیں۔''

باورچی خانے کی میز پر سرخ پانی ٹپکا ہوا تھا۔ سرخ پانی منہ کے کونوں سے ٹپکا تھا، کہنیوں سے ہوتے ہوئے فرش پر ٹپکا تھا جس کی وجہ سے وہ لیس دار ہو گیا تھا۔

''میری ماں کے دانت کبھی اتنے سفید اور ٹھنڈے نہیں ہوئے تھے۔'' ترکھان نے کہا۔ ''اُس نے کھایا اور کہا، 'میری طرف ایسے نہ دیکھو، میرے منہ کی طرف بھی نہ دیکھو۔' وہ کالے بیج میز پر تھوک رہی تھی۔''

''میں نے دوسری طرف دیکھنا شروع کر دیا، میں باورچی خانے سے گیا نہیں۔ مجھے تربوز سے خوف آرہا تھا۔ میں نے کھڑکی میں سے باہر گلی میں دیکھا۔ ایک اجنبی وہاں سے گزر رہا تھا۔ وہ تیزی سے چلتے ہوئے اپنے آپ کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ مجھے ماں کے چاقو کے ساتھ گودے میں سوراخ کرنے کی آواز آئی۔ میں نے اُسے چباتے ہوئے سنا اور نگلتے ہوئے بھی۔ 'ماں،' میں نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا، 'کھانا بند کر دو۔''

ترکھان کی ماں نے سر اُٹھا کے اوپر دیکھا تھا۔ ''وہ چیخی اور میں نے اُس کی طرف دیکھا کیوں کہ وہ بہت زور سے چلّائی تھی۔'' ترکھان نے کہا۔ ''اُس نے مجھے چاقو سے دھمکایا۔ 'یہ گرمیاں نہیں ہیں اور تم کون ہوتے ہو۔' وہ چیخی۔ 'میری کنپٹیاں پھڑک رہی ہیں۔ میرا معدہ جل رہا ہے۔ یہ گرمیاں کئی سالوں کی آگ اُگل رہا ہے۔ صرف تربوز ہی مجھے ٹھنڈا کرتا ہے۔'''

سلائی کی مشین

کنکر نا ہموار اور چھوٹے ہیں۔اُلو درختوں کے پیچھے چلا رہا ہے۔اُسے کسی چھت کی تلاش ہے۔سفید مکانات ایستادہ ہیں جن پر چُونے سے دھاریاں بنی تھیں۔

وِنڈیچ اپنی ناف کے نیچے خُود سر عضو کو محسوس کرتا ہے۔ہوا جنگل میں کھڑکھڑاتی ہے۔وہ سی رہی ہے۔ہوا دھرتی میں ایک بوری سی رہی ہے۔

وِنڈیچ اپنی بیوی کی آواز سنتا ہے۔وہ کہتی ہے:''راکھشس۔''ہر شب جب وِنڈیچ بستر میں اپنی سانسوں کا رُخ اُس کی سمت کرتا ہے تو وہ کہتی ہے:''راکھشس۔''دو سال سے اُس کے پیٹ میں بچہ دانی نہیں ہے۔''ڈاکٹر نے مجھے منع کیا ہوا ہے۔''وہ کہتی ہے۔''محض تمھیں خوش کرنے کے لیے میں اپنا اندر خراب نہیں کرنا چاہتی۔''

وہ جب یہ کہتی ہے تو وِنڈیچ اُس کے اور اپنے چہرے پر سرد مہری محسوس کرتا ہے۔وہ وِنڈیچ کو کندھوں سے پکڑ لیتی ہے۔بعض اوقات اُسے اُس کا کندھا ڈھونڈنے میں تھوڑا سا وقت لگتا ہے۔جب وہ اندھیرے میں اُس کا کندھا پکڑنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو کان میں کہتی ہے:''تمھیں اب تک دادا ہونا چاہیے تھا۔ہمارا وقت گزر چکا ہے۔''

پچھلی گرمیاں، وِنڈیچ آٹے کی دو بوریاں لیے گھر آ رہا تھا۔

وِنڈیچ نے ایک کھڑکی کھٹکھٹائی تھی۔مئیر نے پردے کے بیچ میں سے اپنی ٹارچ روشن کر کے دیکھا تھا۔''اب تم کھڑکی کو کیوں کھٹکھٹاتے ہو؟''مئیر نے کہا۔''آٹے کو صحن میں رکھ دو۔دروازہ کھلا ہے۔''اُس کی آواز میں نیند کا غلبہ تھا۔اُس رات طوفانِ بادو باراں تھا۔کھڑکی کے سامنے والی گھاس پر بجلی چمکی۔مئیر نے ٹارچ بند کی۔اُس کی آواز جاگ اُٹھی اور بلند آواز میں بولا۔''وِنڈیچ! مزید پانچ پھیرے۔''مئیر نے کہا۔''پھر نئے سال پر پیسے

اور ایسٹر پر تمھیں پاسپورٹ مل جائے گا۔" بادل زور سے گرجا اور مئیر نے کھڑکی کی طرف دیکھا۔" آٹا چھت کے نیچے رکھ دو۔ بارش ہونے والی ہے۔"

"اُس وقت سے بارہ بار آٹا پہنچایا، دس ہزار لئی (lei: رومانیہ کی کرنسی) اور ایسٹر کو گزرے ایک عرصہ ہو گیا۔" وِنڈیچ سوچتا ہے۔ کھڑکی کھٹکھٹائے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا۔ وہ دروازہ کھولتا ہے۔ وہ بوری کو اُٹھا کے پیٹ کے ساتھ لگا کر آگے بڑھتا ہے اور صحن میں رکھ دیتا ہے۔ جب بارش نہ ہو رہی ہو تو بھی وہ بوری کو چھت کے نیچے ہی رکھتا ہے۔

اُس کا بائیسکل ہلکا ہے۔ جب وہ باہر نکلتا ہے تو اُسے ساتھ رکھتا ہے۔ بائیسکل جب گھاس میں سے گزر رہا ہوتا ہے تو وِنڈیچ کو اپنے قدموں کے چلنے کی آواز نہیں آتی۔

اُس رات تمام کھڑکیوں میں اندھیرا تھا۔ وِنڈیچ طویل راہداری میں کھڑا تھا۔ بجلی کے ایک کوندے نے زمین کو پھاڑ دیا۔ بادل کی گرج نے گھر کو شگاف میں دھکیل دیا۔ وِنڈیچ کی بیوی نے چابی کو تالے میں گھومتے ہوئے نہیں سنا۔

وِنڈیچ ہال میں کھڑا تھا۔ بادل کی گرج گاؤں سے اتنی بلند اور باغوں سے اتنی دور تھی کہ رات پر سرد سکوت چھایا ہوا تھا۔ اُس کی آنکھوں کی پتلیاں ٹھنڈی ہو رہی تھیں۔ وِنڈیچ کو محسوس ہو رہا تھا کہ رات نے ریزہ ریزہ ہونے لگی اور گاؤں کے پر ایک چندھیا دینے والی روشنی چھا جائے گی۔ وِنڈیچ ہال میں کھڑا تھا اور جانتا تھا کہ اگر وہ گھر میں داخل نہ ہو گیا ہوتا تو اُس نے سب باغوں کے پار تمام چیزوں کا اور اپنا انجام دیکھ لینا تھا۔

دروازے کے پیچھے سے وِنڈیچ اپنی بیوی کی بے ہار اور مسلسل کراہیں سن رہا تھا۔ وہ آوازیں سلائی کی مشین کی طرح تھیں۔

وِنڈیچ نے زور سے دروازہ کھولا اور بتی جلائی۔ سفید چادر پر اُس کی بیوی کی اُٹھی ہوئی ٹانگیں کھڑکی کے کھلے ہوئے پردوں کی طرح تھیں۔ روشنی میں ٹانگیں جھٹکے لے رہی تھیں۔ وِنڈیچ کی بیوی نے اپنی آنکھیں پوری کھول دیں۔ اُس کی نظر روشنی سے چندھیانے کے بجائے ایک جگہ پر مرکوز تھی۔

وِنڈرچ جھکا اور اُس نے اپنے جوتوں کے تسمے کھولے۔ اُس نے اپنے بازو کے نیچے سے بیوی کی رانیں دیکھیں۔ اُس نے اُسے گاڑھے مادے میں لتھڑی ہوئی انگلی کو بالوں میں سے نکالتے ہوئے دیکھا۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ انگلی والا اپنا ہاتھ کہاں رکھے، پھر اُس نے اُسے اپنے پیٹ پر رکھ دیا۔

وِنڈرچ نے اپنے جوتوں کو دیکھا اور بولا۔ ''میرز خاتون! تو تمھارے مثانے کے ساتھ یہ مسئلہ ہے۔'' وِنڈرچ کی بیوی نے اُسی انگلی والا ہاتھ اپنے منہ پر رکھا۔ اُس نے اپنی ٹانگوں کو پلنگ کی پائینتی تک پھیلایا۔ پھر وہ اپنی ٹانگوں کو ایک دوسری کے ساتھ جوڑتی گئی، یہاں تک کہ وِنڈرچ کو محض اُس کی ایک ٹانگ اور پیروں کی دو تلیاں دِکھائی دینے لگی۔

وِنڈرچ کی بیوی اپنا منہ دیوار کی طرف کر کے اونچی آواز میں رونے لگی۔ وہ دیر تک اپنی جوانی کے برسوں والی آواز میں روتی رہی۔ پھر وہ تھوڑی دیر تک دِھیمے دِھیمے اپنی عمر کی آواز میں روئی۔ پھر وہ تین مرتبہ کسی اَور ہی عورت کی آواز میں رِیں رِیں کرتی رہی۔ پھر وہ چُپ ہو گئی۔

وِنڈرچ بتی بند کر کے گرم بستر میں گھس گیا۔ اُسے وہاں اُس کی گاڑھی رطوبت محسوس ہوئی جیسے اُس کی بیوی نے اپنا معدہ پلنگ پر ہی خالی کر دیا ہے۔

وِنڈرچ نے نیند کو اُس گاڑھی رطوبت سے پرے اپنی بیوی پر دباؤ ڈالتے ہوئے سنا۔ صرف اُس کی بیوی کی سانس گنگناتی تھی۔ وہ تھکا ہوا، بے بس، کھوکھلا اور اِن تمام چیزوں سے پرے تھا۔ بیوی کے سانس کی آوازیں ہر چیز کے اختتام پر، وِنڈرچ کے اپنے بھی اختتام پر، محسوس ہو رہی تھیں۔

اُس رات وِنڈرچ کی بیوی کی نیند اتنی الگ تھلگ تھی کہ کوئی خواب بھی اُسے تلاش نہ کر پایا۔

سیاہ دھبے

پوستین فروش کے گھر کی کھڑکیاں سیب کے درخت کے پیچھے ہیں۔ وہ روشن ہیں اور وِنڈرِچ سوچتا ہے: "اُسے اُس کا پاسپورٹ مل گیا ہے۔" کھڑکیاں چمک رہی ہیں اور شیشے کا پردہ اُترا ہوا ہے۔ پوستین فروش نے سب کچھ بیچ دیا ہے اور کمرے خالی ہیں۔ "اُنھوں نے پردے بھی بیچ دیے ہیں۔" وِنڈرِچ خود کلامی کرتا ہے۔

پوستین فروش چولہے کے پاس دیوار کے ساتھ کھڑا ہے۔ فرش پر سفید پلیٹیں پڑی ہیں۔ کھڑکی کی نچلی سل پر برتن پڑے ہیں۔ پوستین فروش کا کالا کوٹ دروازے کے دستے کے ساتھ لٹک رہا ہے۔ کھڑکی کے سامنے سے گزرنے کے بعد پوستین فروش کی بیوی بڑے بڑے سوٹ کیسوں کے اوپر جھکتی ہے۔ وِنڈرِچ اُس کے ہاتھ دیکھ سکتا ہے جو کمرے کی خالی دیواروں پر سائے بنا رہے ہیں۔ وہ کبھی لمبے ہو جاتے ہیں اور کبھی اُن میں خم آ جاتا ہے۔ اُس کے بازوئیوں لہریں بنا رہے ہوں جیسے پانی پر درخت کی شاخیں بناتی ہیں۔ پوستین فروش اپنے پیسے گن رہا ہے۔ وہ نوٹوں کی گڈی ہیٹر کو آنے والی پائپ میں رکھ دیتا ہے۔

برتنوں والی الماری سفید رنگ کی مستطیل ہے اور پلنگ کے سفید چوکھٹے ہیں۔ بیچ میں دیواریں سیاہ دھبے ہیں۔ فرش ڈھلوانی اور اوپر کو اُٹھتا ہوا ہے۔ وہ دیواروں کے ساتھ اوپر کی طرف اٹھتا ہے اور دروازے پر ختم ہوتا ہے۔ پوستین فروش نوٹوں کی دوسری گڈی گن رہا ہے۔ فرش اُسے ڈھانپ لے گا۔ اُس کی بیوی پوستین کی خاکستری ٹوپی سے گرد جھاڑ رہی ہے۔ فرش اُسے چھت تک اُٹھا لے گا۔ چولہے کے ساتھ کلاک دیوار پر ایک سفید دھبا لگ رہا ہے۔ وِنڈرِچ اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ "وقت اپنے اختتام پر ہے۔" وہ سوچتا ہے۔ وہ گھڑی کے سفید دھبے کو دیوار پر ٹِک ٹِک کرتے سنتا اور سیاہ نقطوں والی گھڑی چہرہ دیکھتا

ہے۔ وقت کی گھڑی والی سوئیاں نہیں ہیں۔صرف سیاہ نقطے بدل رہے ہیں۔وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔وہ اپنے آپ کو سفید دھبے میں سے باہر دھکیلتے ہیں اور دیوار کے ساتھ گر پڑتے ہیں۔وہ ہی فرش ہیں۔سیاہ دھبے دوسرے کمرے میں فرش ہیں۔

رُوڈی خالی کمرے میں فرش پر جھکا ہوا ہے۔رنگین شیشے اُس کے سامنے لمبی قطاروں میں پڑے ہیں۔دائروں میں۔رُوڈی کے ساتھ خالی سوٹ کیس ہے۔دیوار پر ایک تصویر لٹک رہی ہے۔یہ تصویر نہیں ہے۔فریم سبز شیشے کا بنا ہوا ہے۔فریم کے اندر سُرخ لہروں کا بلور ہے۔

اُلو باغوں کے اوپر اُڑتا ہے۔اُس کی چیخ بلند ہے اور پرواز پراسرار۔اُس کی پرواز میں رات بھری ہوئی ہے۔"بلی۔" وِنڈیچ سوچتا ہے۔"ایک بلی جو اُڑتی ہے۔"

رُوڈی نیلے شیشے کا چمچ آنکھوں کے سامنے کرتا ہے۔اُس کی آنکھوں کی سفیدی پھیل کے بڑی ہو جاتی ہے۔چمچ میں اُس کی آنکھ کی پُتلی نم، چمکتا ہوا کُرہ ہے۔فرش رنگوں کو کمرے کے کونوں تک دھوڑالتا ہے۔دوسرے کمرے سے وقت کی لہریں اُٹھتی ہیں۔سیاہ دھبے اوپر تیرتے ہیں۔روشنی کا بلب جھلملاتا ہے اور روشنی پھٹ گئی ہے۔دونوں کھڑکیاں ایک دوسرے میں تیرتی ہیں۔دونوں فرش دیواروں کو اپنے آگے کی طرف دھکیلتے ہیں۔ وِنڈیچ اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیتا ہے۔اُس کی نبض سر میں دھڑک رہی ہے اور کنپٹی کلائی میں۔فرش اپنے آپ کو اُٹھاتے ہیں، نزدیک آ کے چھوتے ہیں اور شگاف میں چلے جاتے ہیں۔وہ وزنی ہوں گے اور زمین ٹوٹ جائے گی۔شیشہ چمکے گا اور سوٹ کیس میں لرزتا ہوا پھوڑا بن جائے گا۔

وِنڈیچ اپنا منہ کھولتا ہے۔وہ اُن سیاہ دھبوں کو اپنے چہرے پر پھیلتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

ڈبیہ

رُوڈی ایک انجینئر ہے۔ اُس نے تین سال تک شیشے کی ایک فیکٹری میں کام کیا تھا۔ وہ فیکٹری پہاڑوں میں واقع ہے۔

اُن تین سالوں میں پوستین فروش اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے صرف ایک بار گیا تھا۔ ''میں رُوڈی کو ملنے ایک ہفتے کے لیے پہاڑوں پر جا رہا ہوں۔'' اُس نے اپنی وِنڈ بیچ کو بتایا تھا۔

پوستین فروش تین دن کے بعد ہی لوٹ آیا۔ پہاڑی ہوا کی وجہ سے اُس کے گال سرخ اور نیند کی کمی کی وجہ سے آنکھیں تھکی ہوئی تھیں۔ ''میں وہاں سو نہیں سکا۔'' پوستین فروش نے کہا تھا۔ ''ایک لمحے کے لیے بھی وہاں میری آنکھ نہیں لگی۔ میں رات کو اپنے سر کے اندر پہاڑ محسوس کرتا تھا۔''

''جدھر بھی دیکھو، وہاں پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔'' پوستین فروش نے وضاحت کی۔ ''پہاڑوں کے راستے میں سرنگ ہیں جو اتنی کالی ہیں جتنی کہ راتیں۔ ریل گاڑی سرنگوں میں سے گزرتی ہے۔ ریل گاڑی میں پورا پہاڑ تھرتھراتا ہے۔ جس سے کانوں میں بھنبھناہٹ اور سر میں ارتعاش ہوتا ہے۔ پہلے اندھیری رات، پھر خُوب روشن دن۔'' پوستین فروش نے بتایا۔ ''اور یہ مسلسل آپس میں ادل بدل کرتا رہتا ہے۔ یہ ناقابلِ برداشت ہے۔ سب بیٹھے رہتے ہیں اور کوئی کھڑکی سے باہر بھی نہیں دیکھتا۔ جب روشنی ہوتی ہے تو وہ پڑھتے ہیں۔ وہ احتیاط برتتے ہیں کہ کتابیں اُن کے گھٹنوں پر سے نیچے نہ گریں۔ مجھے بھی احتیاط کرنا پڑتی کہ میری کہنیاں اُن کے ساتھ مس نہ ہوں۔ جب اندھیرا ہوتا وہ کتابیں کھلی ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ میں سنتا، میں سرنگوں میں اُن کے کتابیں بند کرنے کی آواز کان لگا کر سنتا۔ مجھے کچھ

سنائی نہ دیتا۔ جب روشنی ہوتی تو میں پہلے کتابوں اور پھر اُن کی آنکھوں کو دیکھتا۔ کتابیں کھلی ہوتیں اور اُن کی آنکھیں بند۔ وِنڈیچ! میں تمھیں بتا رہا ہوں، وہ اپنی آنکھیں میرے بعد کھولتے۔'' پوستین فروش بولا۔ ''میں ہر بار فخر محسوس کرتا کہ میری آنکھیں اُن کی آنکھوں سے پہلے کھلتی ہیں۔ میں سرنگ کا اختتام محسوس کر سکتا ہوں۔ یہ میں نے روس سے سیکھا ہے۔'' اُس نے کہا۔ وہ اپنا ہاتھ ماتھے پر لے گیا۔ ''مجھے کبھی اتنی کھڑکھڑاتی راتوں اور روشن دنوں کا تجربہ کبھی نہیں ہوا۔ مَیں رات کو بستر میں سرنگوں کو سنتا تھا۔ وہ دھاڑ رہی ہوتیں۔ وہ یُورال والی نشیب سے چڑھائی چڑھتی ویگنوں کی طرح دھاڑ رہی ہوتیں۔''

پوستین فروش نے سر کو جنبش دی۔ اُس کا چہرہ چمک اُٹھا۔ اُس نے سر اُٹھا کر میز کی طرف دیکھا۔ اُس نے اِس لیے دیکھا تھا کہ اُس کی بیوی نہ سن رہی ہو۔ پھر اُس نے سرگوشی کی۔ ''عورتیں! وِنڈیچ! میں تمھیں بتا رہا ہوں، اصل عورتیں وہیں کی ہیں۔ کیا چال ہے اُن کی! وہ مردوں سے تیز درانتی چلاتی ہیں۔'' پوستین فروش ہنسا۔ ''دُکھ کی بات یہ کہ وہ ولاخیائی (رومانیہ کا علاقہ) ہیں۔ وہ بستر میں تو بہت مزا دیتی ہیں لیکن ہماری عورتوں کی طرح کھانا نہیں بنا سکتیں۔''

میز پر ایک چھوٹا پیالہ پڑا ہوا تھا۔ پوستین فروش کی بیوی پیالے میں انڈے کی سفیدی پھینٹ رہی تھی۔ ''میں نے دو قمیصیں دھوئی تھیں۔'' پوستین فروش کی بیوی نے کہا۔ ''پانی کالا تھا۔ وہاں اتنی گندگی ہے جو جنگلات کی وجہ سے نظر نہیں آتی۔''

پوستین فروش نے پیالے میں دیکھا۔ ''سب سے اونچے پہاڑ کی چوٹی پر۔'' اُس نے کہا۔ ''ایک سینا ٹوریم ہے جہاں پاگلوں کو رکھا جاتا ہے۔ وہ جنگلے کے پیچھے نیلے جانگھیے اور بھاری کوٹ پہنے پھر رہے ہوتے ہیں۔ اُن میں سے ایک سارا دِن گھاس میں صنوبر کا پھل ڈھونڈتا رہتا ہے۔ وہ خود کلامی کرتا رہتا ہے۔ رُوڈی نے بتایا کہ وہ کان کن ہے۔ اُس نے ایک ہڑتال کا آغاز کیا تھا۔''

پوستین فروش کی بیوی نے انڈے کی سفیدی میں انگلی کا سرا ڈبویا۔ ''یہی کچھ حاصل

ہوتا ہے۔‘‘اُس نے کہا اور اپنی انگلی کی پَور چاٹی۔

’’ایک اور بھی تھا۔‘‘ پوستین فروش نے کہا۔’’وہ سینا ٹوریم میں صرف ایک ہفتہ رہا۔ وہ کان میں واپس کام کرنے چلا گیا ہے۔ اُسے ایک کار نے ٹکر ماری تھی۔‘‘

پوستین فروش کی بیوی نے پیالے کو اُٹھایا۔’’انڈے پرانے ہیں۔‘‘ وہ بولی۔’’برف صبر آزما ہے۔‘‘

پوستین فروش نے سر کو جنبش دی۔’’چوٹی سے قبریں نظر آتی ہیں جو ڈھلوانوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔‘‘

وِنڈ بیچ نے اپنے ہاتھ میز پر پیالے کے پاس رکھے۔ اُس نے کہا۔’’میں وہاں دفن ہونا نہیں چاہوں گا۔‘‘

پوستین فروش کی بیوی نے غائب دماغی سے وِنڈ بیچ کے ہاتھوں پر نظر ڈالی۔’’پہاڑوں میں ضرور اچھا لگتا ہوگا۔‘‘ اُس نے کہا۔’’وہ یہاں سے بہت دور واقع ہیں۔ ہم وہاں نہیں جا سکتے اور رُوڈی کبھی گھر نہیں آتا۔‘‘

’’وہ اب پھر کیک بنا رہی ہے جسے رُوڈی نہیں کھا سکتا۔‘‘ پوستین فروش نے کہا۔

وِنڈ بیچ نے میز پر سے اپنا ہاتھ پیچھے کو کھینچ لیا۔

’’بادل قصبے پر کافی نیچے ہوتے ہیں۔‘‘ پوستین فروش کہتا ہے۔’’لوگ بادلوں میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ وہاں روزانہ طوفانِ باد و باراں آتا ہے۔ کھیتوں میں لوگوں پر بجلی گرتی ہے۔‘‘

وِنڈ بیچ نے پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے۔ وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کی طرف گیا۔

’’میں اپنے ساتھ کوئی چیز لایا ہوں۔‘‘ پوستین فروش نے کہا۔’’رُوڈی نے ایملی کے لیے ایک چھوٹی سی ڈبیہ دی ہے۔‘‘ پوستین فروش نے ایک دراز کو کھولا۔ پھر اُس نے اُسے بند کر دیا۔ اُس نے ایک خالی سوٹ کیس میں دیکھا۔ پوستین فروش کی بیوی نے اُس کے جیکٹ کی جیبوں میں دیکھا۔ پوستین فروش نے الماری کو کھولا۔

تھکاوٹ کے احساس سے پوستین فروش کی بیوی نے اپنے ہاتھ اوپر اُٹھا دیے۔ ''ہم اِسے ڈھونڈیں گے۔'' پوستین فروش نے اپنی پتلون کی جیبوں میں ٹٹولا۔ ''آج صبح ہی ڈبیہ میرے ہاتھ میں تھی۔'' اُس نے کہا۔

تہہ دار چاقو

ونڈیچ باورچی خانہ کی کھڑکی کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ وہ ڈاڑھی بنا رہا ہے۔ اُس نے اپنے چہرے پر سفید جھاگ بنایا ہوا ہے۔ جھاگ اُس کے گالوں کو چھپاتا ہے۔ ونڈیچ انگلی کی مدد سے برف کو اپنے منہ کے گرد پھیلاتا ہے۔ وہ آئینے میں دیکھتا ہے۔ اُسے آئینے میں باورچی خانے کا دروازہ اور اپنا چہرہ نظر آتے ہیں۔

ونڈیچ محسوس کرتا ہے کہ اُس نے بہت زیادہ برف اپنے چہرے پر مل لی ہے۔ وہ اپنے چہرے کو برف میں پڑے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ وہ گفتگو نہیں کر سکتا کیوں کہ اُس کے نتھنوں اور تھوڑی پر برف ہے۔

ونڈیچ تہہ والا چاقو کھولتا ہے۔ وہ چاقو کے پھل کو اپنی انگلی پر محسوس کرتا ہے۔ وہ پھل کو آنکھ کے نیچے رکھتا ہے۔ اُس کی آنکھ کے نیچے والی ہڈی میں حرکت نہیں ہوتی ہے۔ دوسرے ہاتھ سے وہ آنکھ کے نیچے کی جھریوں کو کھینچ کر سیدھا کرتا ہے۔ وہ کھڑکی کے باہر دیکھتا ہے۔ اُسے سبز گھاس نظر آتی ہے۔

تہہ والا چاقو جھٹکا کھاتا ہے۔ چاقو کا پھل جلتا ہے۔

ونڈیچ کی آنکھ کے نیچے کئی ہفتوں تک زخم رہتا ہے۔ جو سرخ ہے اور کناروں پر پیپ کی نرم تہہ ہے۔ ہر شام اُس میں آٹے کی خاصی دھول ہوتی ہے۔

کئی دنوں سے ونڈیچ کی آنکھ کے نیچے کھرنڈ بن رہا ہے۔

ہر صبح ونڈیچ کھرنڈ کو ساتھ لیے گھر سے نکلتا ہے۔ جب وہ مِل کا دروازہ کھول کر قفل کو جیب میں ڈال لیتا ہے، ونڈیچ اپنے گال چھوتا ہے۔ کھرنڈ غائب ہوتا ہے۔

''شاید کھرنڈ گڑھے میں پڑا ہو۔'' وہ سوچتا ہے۔

جب باہر روشنی پھیل جاتی ہے تو ونڈیچ مِل کے تالاب پر جاتا ہے۔ وہ گھاس میں گھٹنوں پر جھکتا ہے۔ وہ پانی میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بھنورا اُس کے کانوں کے گرد چکر کاٹتے ہیں۔ اُس کے بال تصویر کو بدنما بنا رہے ہیں۔

وِنڈیچ کی آنکھ کے نیچے ٹیڑھا اور سفید رنگ کا زخم کا نشان ہے۔

ایک نرسل مڑا ہوا ہے۔ وہ اُس کے ہاتھ کے پاس ہی کھلتا اور بند ہوتا ہے۔ نرسل کی پتی کا رنگ بھورا ہے۔

آنسو

ایملی پوستین فروش کے صحن میں سے باہر آئی۔ وہ گھاس میں سے چلتی گئی۔ اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی ڈبیہ تھی۔ اُس نے اُسے سونگھا۔ وِنڈریچ نے ایملی کے لباس کا کنارا دیکھا۔ جس کا سایہ گھاس پر پڑ رہا تھا۔ اُس کی پنڈلیاں سفید تھیں۔ وِنڈریچ نے دیکھا کہ ایملی اپنے کولہوں کو کیسے ہِلاتی ہے۔

ڈبیہ چاندی رنگ کی ڈوری سے بندھی ہوئی تھی۔ ایملی آئینے کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ اُس نے اپنے آپ پر نظر ڈالی۔ اُس نے آئینے میں ڈوری کو دیکھا اور اُسے کھولا۔ ''ڈبیہ پوستین فروش کے ہیٹ میں پڑی ہوئی تھی۔''

ڈبیہ میں سفید ٹشو پیپر سرسرایا۔ سفید کاغذ پر شیشے کا ایک آنسو رکھا ہوا تھا۔ اُس کے سرے میں ایک سوراخ تھا۔ اندر، اُس کے پیٹ میں، آنسو میں ایک درز تھی۔ آنسو کے نیچے ایک تحریر تھی۔ رُوڈی نے لکھا تھا۔ ''آنسو خالی ہے، اِسے پانی سے بھرا جائے، ترجیحاً بارش کے پانی سے۔''

ایملی کو آنسو کو بھرنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ گرمیوں کا موسم تھا اور گاؤں سوکھا اور پیاسا تھا۔ اور کنویں کا پانی بارش کا پانی نہیں تھا۔

ایملی نے کھڑکی میں آنسو کو روشنی کی طرف کیا۔ وہ باہر سے سخت تھا لیکن اندر سے، درز کے بیچ میں وہ کانپ رہا تھا۔

سات دنوں تک آسمان نے جل جل کے خود کو خشک کر لیا تھا۔ وہ ڈانواں ڈول گاؤں کے آخری سِرے تک چلا گیا تھا۔ اُس نے وادی میں دریا کی طرف دیکھا۔ آسمان نے پانی پیا۔ پھر بارش ہوئی۔

صحن میں پانی راستے کے پتھروں پر بہہ رہا تھا۔ ایملی آنسو کے ساتھ گٹر کے پاس کھڑی تھی۔ وہ پانی کو آنسو کے پیٹ میں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

بارش کے پانی میں ہَوا بھی تھی۔ وہ درختوں کے بیچ میں سے بلوری گھنٹیاں بہا رہی تھی۔ گھنٹیاں کھردری تھیں اور پتے اُن کے اندر چکر کاٹ رہے تھے۔ بارش گا رہی تھی۔ بارش کی آواز میں ریت تھی اور درخت کی چھال بھی۔

آنسو بھر چکا تھا۔ ایملی اُسے اپنے گیلے ہاتھوں، ننگے اور کیچڑ سے اَٹے پیروں کے ساتھ کمرے میں لائی۔

وِنڈ ریچ کی بیوی نے آنسو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اُس کے اندر پانی چمک رہا تھا۔ شیشے میں روشنی تھی۔ آنسو میں سے پانی وِنڈ ریچ کی بیوی کی انگلیوں کے بیچ میں ٹپک رہا تھا۔

وِنڈ ریچ نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اُس نے آنسو ہاتھ میں لے لیا۔ اُس کی کہنی سے پانی آہستہ آہستہ نیچے رینگنے لگا۔ وِنڈ ریچ کی بیوی نے اپنی گیلی انگلیوں کو زبان کی نوک سے چاٹا۔ وِنڈ ریچ نے اُسے وہ انگلی بھی چاٹتے ہوئے بھی دیکھا جو اُس نے بادوباراں والی رات اپنے بالوں میں سے نکالی تھیں۔ اُس نے باہر بارش کو دیکھا۔ وہ اپنے منہ میں چپچپاہٹ محسوس کرنے لگا۔ اُسے اپنے حلق میں قے اُٹھتی محسوس ہوئی۔

وِنڈ ریچ نے آنسو ایملی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ آنسو ٹپک رہا تھا لیکن اُس میں سے پانی نہیں گرا۔ ''پانی نمکین ہے۔ یہ ہونٹوں کو جلاتا ہے۔'' وِنڈ ریچ کی بیوی نے کہا۔
ایملی نے اپنی کلائی کو چاٹا۔ ''بارش میٹھی ہے۔'' وہ بولی۔ ''نمک آنسو نے بہایا ہے۔''

دوچھتی میں سڑاندا گوشت

''سکولوں سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا'' وِنڈیچ کی بیوی نے کہا۔

وِنڈیچ نے ایملی کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''رُوڈی ایک انجینئر ہے لیکن سکولوں سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' ایملی نے قہقہہ لگایا۔

''رُوڈی کو تو سینا ٹوریم کی بھی پہچان نہیں۔ وہ تازہ تازہ ڈگری یافتہ تھا'' وِنڈیچ کی بیوی کہتی ہے۔ ''ڈاک والی عورت نے مجھے بتایا تھا''

وِنڈیچ نے میز پر گلاس کو آگے پیچھے کیا۔ اُس نے گلاس میں دیکھا اور کہا۔ ''یہ اُن کے خاندان میں ہے۔ اُن کے بچے ہیں اور وہ سر پھرے بھی ہیں۔''

رُوڈی کی پڑدادی کو گاؤں میں 'لارو' کہا جاتا تھا۔ اُس کی کمر پر ہمیشہ ایک پتلی سی چوٹی لٹکتی رہتی تھی۔ بالوں میں کنگھی کرنا اُس کی برداشت کے باہر تھا۔ اُس کا خاوند بیمار ہوئے بغیر ہی چھوٹی عمر میں فوت ہو گیا تھا۔

تدفین کے بعد 'لارو' نے اپنے خاوند کی تلاش شروع کر دی۔ وہ سرائے میں گئی۔ اُس نے ہر آدمی کا چہرہ دیکھا۔ ''تم وہ نہیں ہو'' وہ ایک میز سے دوسری میز تک جاتے ہوئے کہتی رہی۔ سرائے کا مالک اُس کے پاس جا کر بولا۔ ''لیکن تمھارا خاوند تو مر چکا ہے۔'' اُس نے اپنی چوٹی کو ہاتھوں میں پکڑا۔ وہ روتے ہوئے گلی میں نکل گئی۔

ہر روز 'لارو' اپنے خاوند کی تلاش میں نکلتی۔ وہ ہر گھر میں گئی اور پوچھا کیا وہ وہاں آیا ہے۔

موسمِ سرما کے ایک دِن، جب دھند گاؤں کے گرد سفید دائرے بنا رہی تھی، 'لارو' کھیتوں میں چلی گئی۔ وہ گرما کا لباس پہنے ہوئے تھی اور اُس کی ٹانگوں میں لمبی جرابیں تک نہیں تھیں۔ صرف اُس کے ہاتھ برف کے مقابلے کے لیے تیار تھے۔ وہ اُون کے بھاری

دستانے پہنے ہوئے تھی۔ وہ بے برگ جھاڑیوں میں سے گزری۔ سہ پہر کافی گزر چکی تھی۔ داروغۂ جنگلات نے اُسے دیکھا تو واپس گاؤں میں بھیج دیا۔

اگلے روز داروغۂ جنگلات گاؤں میں آیا۔ 'لاروا' کانٹے دار جھاڑی پر لیٹی ہوئی تھی۔ وہ جم گئی تھی۔ وہ اُسے کندھے پر اُٹھاکے لایا تھا۔ وہ تختے کی طرح سخت تھی۔

''وہ اتنی لاپرواتھی۔'' وِنڈیچ کی بیوی نے کہا۔ ''وہ اپنے تین سالہ بچے کو دنیا میں اکیلا چھوڑ گئی۔'' وہ تین سالہ بچہ رُوڈی کا دادا تھا۔ وہ ترکھان تھا۔ اُسے اپنے کھیتوں کی پروا نہیں تھی۔

''اُس نے اپنے کھیتوں کی عمدہ زمین میں جھاڑیوں کو اُگنے دیا۔'' وِنڈیچ نے کہا۔

رُوڈی کے دادا کے ذہن میں صرف لکڑی تھی۔ وہ اپنا سارا پیسہ لکڑی پر صرف کرتا تھا۔ ''وہ لکڑی سے اشکال بناتا تھا۔'' وِنڈیچ کی بیوی نے کہا۔ ''وہ لکڑی کے ہر ٹکڑے میں سے چہرے بناتا تھا—— جو بہت خوفناک ہوتے تھے۔''

''پھر ضبطیوں کا دور آیا۔'' وِنڈیچ بولا۔ ایملی اپنے ناخنوں پر سرخ پالش لگا رہی تھی۔ ''تمام کاشت کار خوف سے کانپ رہے تھے۔ چند لوگ شہر سے آئے اور اُنھوں نے کھیتوں کا جائزہ لیا۔ اُنھوں نے لوگوں کے نام لکھے اور کہا۔ 'جس نے دستخط نہیں کیے، قید ہو جائے گا۔' گلی کے تمام دروازوں کو مقفل کر دیا گیا۔'' وِنڈیچ نے کہا۔ ''بوڑھے پوستین فروش نے اپنے دروازے کو تالا نہیں لگایا۔ اُس نے اُسے کھلا چھوڑ دیا۔ جب وہ لوگ آئے تو اُس نے کہا۔ 'مجھے خوشی ہے کہ تم یہ لے رہے ہو۔ گھوڑے بھی لے لو تو میری اُن سے جان چھوٹ جائے گی۔'''

وِنڈیچ کی بیوی نے ایملی کے ہاتھ سے نیل پالش چھین لیا۔ ''کسی اور نے یہ نہیں کہا۔'' اُس نے کہا۔ غصے کے باعث اُس کے کان کے پیچھے نیلے رنگ کی ایک نس پھول گئی۔ ''تم سن بھی رہی ہو؟'' وہ چیخی۔

بوڑھے پوستین فروش نے باغ میں سے لیموں کے ایک درخت پر ایک ننگی عورت

تراشی۔اُس نے اُسے صحن میں کھڑکی کے سامنے رکھا۔اُس کی بیوی رو پڑی۔اُس نے بچے کو اُٹھالیا۔اُس نے بچے کو بید کی ٹوکری میں رکھا۔''اُس نے بچے کو اور چند چیزیں، جنھیں وہ لے سکتی تھیں، اُٹھائیں اور گاؤں کے ایک طرف خالی گھر میں منتقل ہوگئی۔'' وِنڈ بیچ نے کہا۔

''بچے کے سر میں لکڑیوں کی وجہ سے پہلے ہی ایک گہرا سوراخ تھا۔'' وِنڈ بیچ کی بیوی نے کہا۔

بچہ پوستین فروش ہے۔جیسے ہی وہ چلنے کے قابل ہوا، روزانہ کھیتوں میں جانے لگا۔وہ چھپکلیاں اور مینڈک پکڑ لیتا۔جب بڑا ہوا تو وہ رات کو چپکے سے گرجا گھر کے مینار میں گھس جاتا۔جو اُلو اُڑ نہیں سکتے تھے اُنھیں گھونسلوں سے نکال لیتا۔وہ اُنھیں اپنی قمیص کے نیچے چھپا کے گھر لے جاتا۔وہ اُلوؤں کو چھپکلیاں اور مینڈک کھلاتا۔جب وہ جوان ہو جاتے وہ اُنھیں جان سے مار دیتا۔وہ اُنھیں اندر سے خالی کر دیتا۔وہ اُنھیں بجھے ہوئے چُونے میں ڈالتا۔خشک کر کے اُن میں بھوسا بھر دیتا۔

''جنگ سے پہلے۔'' وِنڈ بیچ نے کہا۔''پوستین فروش نے میلے میں ایک بکری جیتی۔ اُس نے گاؤں کے وسط میں زندہ بکری کی کھال اُتاری۔سب وہاں سے بھاگ گئے۔ عورتوں کی طبعیت خراب ہوگئی۔''

''وہاں آج بھی گھاس نہیں اُگتی۔'' وِنڈ بیچ کی بیوی نے کہا۔''جہاں بکری خون نکلنے کی وجہ سے مری تھی۔''

وِنڈ بیچ نے الماری کے ساتھ ٹیک لگائی۔''وہ کبھی ہیرو نہیں رہا۔'' وِنڈ بیچ نے آہ بھری۔ ''اُس نے تو صرف جانوروں کو ہلاک کیا۔ہم جنگ میں چھپکلیوں اور مینڈکوں کے خلاف نہیں لڑ رہے تھے۔''

ایملی آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔

''اُس نے ایس ایس (ہٹلر کی خفیہ پولیس) میں کبھی نوکری نہیں کی تھی۔'' وِنڈ بیچ کی بیوی نے کہا۔''صرف فوج میں رہا تھا۔ جنگ کے بعد وہ ایک بار پھر اُلوؤں، بگلوں اور

کستورا (ایک پرندہ جس کے نر کی چونچ سرخ ہوتی ہے) کا شکار کرنا شروع کر کے اُن میں بھوسا بھرنے لگا۔ اُس نے ضلع بھر کی تمام بیمار بکریاں اور خرگوش مار ڈالے۔ اُس نے کھالوں کا چمڑا بنایا۔ اُس کی پوری دو چھتی سڑاندے گوشت بھری پڑی ہے۔''

ایملی نے نیل پالش کی چھوٹی شیشی کو اُٹھایا۔

وِنڈیچ کو اپنے ماتھے کے پیچھے ریت کا ذرہ محسوس ہوا جو ایک کنپٹی سے دوسری کی طرف حرکت کر رہا تھا۔ چھوٹی شیشی سے میز پر ایک سرخ قطرہ گرا۔ ''تم رُوس میں ایک کسبی تھیں۔'' ایملی نے اپنے ناخنوں کو دیکھتے ہوئے ماں سے کہا۔

چُونے میں پتھر

اُلو سیب کے درخت کے اوپر ایک دائرے میں اُڑتا ہے۔ وِنڈ ہچ چاند کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ سیاہ دھبوں کی حرکت کس سمت میں ہے۔ اُلو اپنی پرواز کا دائرہ تنگ نہیں کر رہا۔

پوستین فروش نے گرجا گھر کے مینار میں سے دو سال پہلے آخری اُلو پکڑ کر بھرا تھا جو اُس نے پادری کو تحفے میں دے دیا۔ ''یہ اُلو کسی اور گاؤں میں رہتا ہے۔'' وِنڈ ہچ سوچتا ہے۔

گمنام اُلو ہر رات اِس گاؤں میں آ نکلتا ہے۔ کسی کو نہیں معلوم کہ وہ دن میں کہاں پر ٹھیراتا ہے۔ کسی کو نہیں پتا کہ وہ اپنی چونچ کو کہاں بند کرتا اور سوتا ہے۔

وِنڈ ہچ جانتا ہے کہ اُلو پوستین فروش کی دوچھتی میں بھرے ہوئے جانوروں کی خوشبو سونگھ سکتا ہے۔

پوستین فروش نے بھرے ہوئے جانور شہر کے عجائب گھر کو تحفے کے طور پر دیے تھے۔ اُس نے اُن کا کوئی معاوضہ وصول نہیں کیا تھا۔ دو آدمی آئے۔ اُن کی کار پوستین فروش کے گھر کے سامنے سارا دن کھڑی رہی۔ جس کا رنگ سفید تھا اور وہ کمرے کی طرح بند تھی۔

اُن آدمیوں نے کہا۔ ''یہ بھرے ہوئے جانور ہماری جنگلی حیات کا حصہ ہیں۔'' اُنھوں نے تمام پرندوں کو ڈبوں میں بند کیا۔ سخت سزا کی دھمکی دی۔ پوستین فروش نے بھیڑوں کی تمام کھالیں تحفے کے طور پر پیش کیں۔ پھر اُنھوں نے کہا کہ ہر شے قاعدہ کے مطابق ہے۔

سفید، بند کار، گاؤں میں سے اتنی آہستگی کے ساتھ گئی جتنا کہ ایک کمرہ۔ پوستین فروش کی بیوی سہمے ہوئے انداز میں مسکرائی اور اُس نے ہاتھ ہلایا۔

وِنڈرچ برآمدے میں بیٹھا ہوا ہے۔ ''پوستین فروش نے ہمارے بعد درخواست دی اور اُس نے شہر میں کسی کو پیسے بھی دیے۔'' وہ سوچتا ہے۔

وِنڈرچ راہداری میں پتھروں کے اوپر پتا گرنے کی آواز سنتا ہے۔ وہ پتھروں پر گھسٹ رہا ہے۔ دیوار لمبی اور سفید ہے۔

وِنڈرچ اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ دیوار اُس کے چہرے پر اُگ رہی ہے۔ چونا اُس کے ماتھے کو جلاتا ہے۔ چونے میں موجود ایک پتھر اپنا منہ کھولتا ہے۔ سیب کا درخت کانپ اُٹھتا ہے۔ اُس کے پتے کان ہیں۔ وہ سنتے ہیں۔ سیب کا درخت اپنے سبز سیبوں کو تر بتر کر دیتا ہے۔

سیب کا درخت

جنگ سے پہلے گرجا گھر کے پیچھے سیب کا ایک درخت ہوا کرتا تھا۔ وہ سیب کا ایسا درخت تھا جو اپنے پھل خود ہی کھا جاتا تھا۔

رات کے چوکیدار کا باپ بھی رات کا چوکیدار رہا تھا۔ گرمیوں کی ایک رات وہ چوبی بکسے کی باڑ کے پیچھے کھڑا تھا۔ اُس نے تنے کے اوپر، جہاں شاخیں الگ الگ ہوتی تھیں، سیب کے درخت کو منہ کھولتے ہوئے دیکھا۔ سیب کے درخت نے سیب کھائے۔

صبح ہونے کے بعد رات کا چوکیدار سونے کے لیے لیٹا نہیں۔ وہ گاؤں کے مئیر کے پاس گیا۔ اُس نے اُسے بتایا کہ گرجا گھر کے پیچھے والے سیب کے درخت نے اپنے ہی سیب کھائے ہیں۔ مئیر نے قہقہہ لگایا۔ رات کا چوکیدار قہقہے کے پیچھے خوف سن سکتا تھا۔ مئیر کے سر میں زندگی کے چھوٹے چھوٹے ہتھوڑے ضربیں لگا رہے تھے۔

رات کا چوکیدار گھر چلا گیا۔ وہ لباس پہنے ہی بستر میں لیٹ گیا۔ وہ سو گیا۔ وہ پسینے میں شرابور سویا رہا۔

جب وہ سو رہا تھا تو سیب کے درخت نے رات کے چوکیدار کی کنپٹی کو رگڑ رگڑ کے زخمی کر دیا۔ اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں تھیں اور منہ خشک۔

دوپہر کے کھانے کے بعد مئیر نے اپنی بیوی کو پیٹا۔ اُس نے سوپ میں سیب تیرتے ہوئے دیکھے تھے۔ وہ اُنھیں نگل گیا۔

کھانے کے بعد مئیر سو نہیں سکا۔ اُس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور دیوار کی دوسری طرف درخت کی چھال کو دیوار کو کھرچتے ہوئے سنا۔ چھال کی پٹیاں ایک قطار میں لٹک رہی تھیں۔ وہ رسوں پر لٹکی تھیں اور سیب کھاتی تھیں۔

اُس شام میئر نے ایک میٹنگ بلائی۔لوگ جمع ہو گئے۔میئر نے سیب کے درخت کی نگرانی کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنائی۔ چار امیر کاشت کار، پادری، گاؤں کا مدرس اور میئر کمیٹی کے ممبر تھے۔

گاؤں کے مدرس نے ایک تقریر کی۔اُس نے سیب کے درخت کی کمیٹی کو''موسم گرما کی رات کی کمیٹی'' کا نام دیا۔پادری نے گرجا گھر کے پیچھے والے سیب کے درخت کی نگرانی کرنے سے انکار کر دیا۔اُس نے تین مرتبہ صلیب کا نشان بنایا۔اُس نے یہ کہہ کے معذرت کی۔''خدا اپنے گنہگاروں کو معاف کرے۔''اُس نے اگلے دِن شہر جا کے بشپ کو مذہبی بے حرمتی کے بارے میں اطلاع دینے کی دھمکی دی۔

اُس رات اندھیرا بہت دیر سے ہوا۔سورج اتنا گرم تھا کہ دِن ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔رات زمین میں سے نکل کر گاؤں کے اوپر بہہ گئی۔

موسم گرما کی رات کی کمیٹی اندھیرے میں چوبی بکسے کی باڑ کے ساتھ ساتھ رینگتے ہوئے بڑھی۔وہ سیب کے درخت کے نیچے لیٹ گئی اور شاخوں کے جھرمٹ میں سے نگرانی کرنے لگی۔

میئر کے ہاتھ میں کلہاڑا تھا۔کاشت کاروں نے آہنی ترنگلیاں گھاس پر رکھ دیں۔ گاؤں کا مدرس ایک بورے کے نیچے بیٹھا تھا۔اُس کے ہاتھ میں ایک کاپی اور پنسل تھی۔اُس نے بورے کے انگوٹھے بھر کھلے ایک سوراخ میں سے ایک آنکھ سے دیکھا اور رپورٹ لکھی۔

رات اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔جس نے آسمان کو دبا کر گاؤں سے باہر کیا۔آدھی رات کا وقت تھا۔گرمی کی رات کی کمیٹی نے نیم منتشر آسمان کو دیکھا۔بورے کے نیچے مدرس نے اپنی جیبی گھڑی پر وقت دیکھا۔آدھی رات گزر گئی تھی۔گرجا گھر کا گھنٹہ ابھی نہیں بجا تھا۔

پادری نے گرجا گھر کا کلاک بند کر دیا تھا۔اُس کی گراری کے دندانوں نے گناہ کے گھنٹے کی نشاندہی نہیں کرنی تھی۔سناٹا گاؤں پر الزام دھرنے کے لیے تھا۔

گاؤں میں کوئی نہیں سویا۔کتے بھونکے بغیر گلیوں میں کھڑے رہے، بلیاں لالٹین جیسی

چمکتی آنکھوں کے ساتھ درختوں پر بیٹھی رہیں۔

لوگ اپنے کمروں میں بیٹھے تھے۔ مائیں بچوں کو روشن موم بتیوں کے درمیان میں اُٹھائے پھر رہی تھیں۔ بچے رو نہیں رہے تھے۔

وِنڈ سچ پل کے نیچے بار برا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

مدرس نے اپنی جیبی گھڑی پر آدھی رات کا وقت دیکھا۔ اُس نے بوریے کے اندر سے ہاتھ نکالا اور ''موسمِ گرما کی رات کی کمیٹی'' کو اشارہ کیا۔

سیب کے درخت نے حرکت نہیں کی۔ سکوت کی طوالت کی وجہ سے مئیر نے اپنا گلا صاف کیا۔ امیر کاشت کاروں میں سے ایک تمباکو نوشی والوں کی کھانسی چھڑنے سے تھرتھرا اُٹھا۔ اُس نے گھاس کا مٹھا منہ میں ڈالا اور اپنی کھانسی دبالی۔

نصف شب کے دو گھنٹوں کے بعد سیب کے درخت نے کانپنا شروع کر دیا۔ چوٹی پر، جہاں شاخیں الگ ہوتی تھیں، ایک منہ کھلا۔ منہ نے سیب کھائے۔

''موسمِ گرما کی رات کی کمیٹی'' نے دانتوں کے کٹکٹانے کی آواز سنی۔ دیوار کی دوسری جانب، گرجا گھر کے اندر، جھینگر شور مچا رہے تھے۔

منہ نے چھٹا سیب کھایا۔ مئیر درخت کی طرف بھاگا۔ اُس نے منہ پر کلہاڑے کا وار کیا۔ امیر کاشتکاروں نے اپنی تر نگلیاں ہوا میں لہرائیں۔ وہ مئیر کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

چھال کا ایک ٹکڑا۔۔۔۔۔۔ پیلا اور گیلا۔۔۔۔۔۔ زمین پر گرا۔

سیب کے درخت نے اپنا منہ بند کیا۔

''موسمِ گرما کی رات کی کمیٹی'' کے کسی رکن نے نہیں دیکھا کہ سیب کے درخت نے کب اور کیسے اپنا منہ بند کیا۔

مدرس اپنے بوریے میں سے باہر نکلا۔ مئیر نے کہا کہ بطور مدرس اُس نے ضرور دیکھا ہو گا۔

صبح چار بجے، اپنے سیاہ چوغے میں ملبوس، سر پر کالا ہیٹ پہنے، اپنا بریف کیس

اُٹھائے پادری نے سٹیشن کا رُخ کیا۔ وہ زمین پر دیکھتے ہوئے تیز تیز چل رہا تھا۔ سویر گھروں کی چھتوں کے اوپر کھڑی تھی۔ سپیدۂ سحر کا رنگ ہلکا تھا۔

تین روز کے بعد بشپ گاؤں میں آیا۔ گرجا گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہ بنچوں کے درمیان میں سے گزرتا ہوا عشائے ربانی کی میز تک پہنچا۔ وہ منبر پر چڑھ گیا۔

بشپ نے دعا نہیں مانگی۔ اُس نے بتایا کہ اُس نے مدرس کی رپورٹ پڑھی تھی۔ اُس نے بتایا کہ اُس نے خدا سے مشورہ کیا تھا۔ ''خدا کو ایک عرصے سے علم تھا۔'' اُس نے چیخ کر کہا۔ ''خدا نے مجھے آدم اور حوا کا قصہ یاد دِلایا۔ خدا۔'' بشپ نے نرمی سے کہا۔ ''خدا نے مجھے بتایا، 'سیب کے درخت کے اندر شیطان ہے۔'''

بشپ نے پادری کو ایک خط لکھا تھا۔ اُس نے خط لاطینی میں لکھا تھا۔ پادری نے وہ خط منبر سے پڑھ کر سنایا۔ لاطینی کی وجہ سے منبر نہایت برتر محسوس ہوا۔

رات کے چوکیدار کے باپ نے بتایا تھا کہ اُس نے پادری کی آواز نہیں سنی تھی۔

جب پادری نے خط پڑھ کر ختم کر لیا تو اُس نے اپنی آنکھیں بند کیں۔ اُس نے دونوں ہاتھ آپس میں جوڑے اور لاطینی میں دعا کی۔ وہ منبر سے نیچے اُترا۔ وہ کوتاہ قد محسوس ہوا۔ اُس کے چہرے پر تھکاوٹ تھی۔ اُس نے عشائے ربانی کے میز کی طرف اپنا رُخ کیا۔ ''ہمیں درخت گرانا نہیں چاہیے۔ وہ جہاں کھڑا ہے ہمیں اِسے وہیں جلا دینا چاہیے۔'' اُس نے کہا۔

بوڑھے پوستین فروش کو درخت خرید کر خوشی ہوتی۔ لیکن پادری نے کہا۔ ''خدا کا حکم مقدس ہے۔ بشپ جانتے ہیں کہ کیا کرنا چاہیے۔''

اُس شام لوگ گھاس پھوس سے لدا اُیک چھکڑا لائے۔ چاروں امیر کاشتکاروں نے تنے کو گھاس میں لپیٹ دیا۔ میئر سیڑھی پر چڑھ گیا۔ اُس نے گھاس کو وہاں پھیلایا جہاں شاخیں الگ ہوتی تھیں۔

پادری سیب کے درخت کے پیچھے کھڑا بلند آواز میں دعا مانگ رہا تھا۔ گرجا گھر کا طائفہ چوبی بکسے کی باڑ کے پاس لمبے سروں والے گیت گا رہا تھا۔ اُس وقت ٹھنڈ تھی اور گیتوں کی تان آسمان کی طرف کھنچی چلی جا رہی تھی۔ عورتیں اور بچے چُپ چاپ دعا مانگ رہے تھے۔

مدرس نے جلتی تیلی سے گھاس کو آگ لگائی۔ شعلے گھاس کو چٹ کرنے لگے۔ آگ بڑھتی گئی۔ شعلے درخت کی چھال کو نگل گئے۔ لکڑی میں آگ چیخ رہی تھی۔ درخت کا تنا آسمان کو چاٹ رہا تھا۔ چاند نے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔

سیب پھول گئے۔ وہ پھٹ گئے۔ رس سسکاریاں بھر رہا تھا اور جلتے ہوئے زندہ جسم جیسی دردناک آواز نکال رہا تھا۔ دھواں بدبودار تھا اور آنکھوں میں چبھتا تھا۔ گیتوں کا تواتر کھانسی سے ٹوٹ گیا تھا۔

گاؤں دھند میں لپٹا رہا تاوقتیکہ پہلی بارش آئی۔ مدرس نے اپنی مشقی کاپی میں لکھا۔ اُس نے دھند کو نام دیا: ''سیب کی دھند۔''

چوبی بازو

گرجا گھر کے عقب میں ایک عرصے تک خمیدہ درخت کا ٹھنٹھ کھڑا رہا۔
لوگوں کہتے تھے کہ گرجا گھر کے پیچھے ایک آدمی کھڑا تھا جو ہیٹ کے بغیر پادری لگ رہا تھا۔

ہر روز شبنم گرتی۔ چوبی بکسوں کی باڑ پر سفیدی کا چھڑکاؤ ہوا تھا۔ ٹھنٹھ کا رنگ سیاہ تھا۔
گرجا گھر کا گھنٹہ بجانے والا عشائے ربانی سے مرجھائے ہوئے پھول اُٹھا کر باہر باڑ کے پیچھے لے گیا۔ وہ ٹھنٹھ کے پاس سے گزرا۔ ٹھنٹھ اُس کی بیوی کا چوبی بازو تھا۔
سوختہ پتے چاروں طرف اُڑتے پھرتے تھے۔ ہَوا بند تھی۔ پتے بے وزن تھے۔ وہ اُس کے گھٹنوں تک بلند ہوتے۔ پتے اُس کے پیروں کے سامنے آتے۔ چرچراتے۔ کالک کی تہہ بن جاتے۔

گھنٹہ بجانے والا عشائے ربانی سے مرجھائے ہوئے پھول اُٹھا کر باہر باڑ کے پیچھے لے گیا۔ وہ ٹھنٹھ کے پاس سے گزرا۔ ٹھنٹھ اُس کی بیوی کا چوبی بازو تھا۔
مٹھی بھر راکھ زمین پر پڑی تھی۔

گھنٹہ بجانے والے نے راکھ ڈبے میں ڈالی۔ وہ گاؤں کے سرے پر گیا۔ اُس نے اپنے ہاتھوں سے زمین میں گڑھا کھودا۔ اُس کے چہرے کے سامنے ایک ٹیڑھی شاخ تھی۔ جو لکڑی کا ایک بازو تھا۔ وہ بازو اُس تک پھیلا۔

گھنٹہ بجانے والے نے ڈبے کو زمین میں دفن کیا۔ وہ ایک گرد آلود راستے پر کھیتوں کی طرف گیا۔ وہ دور سے درختوں کی آواز سن سکتا تھا۔ مکئی مرجھا چکی تھی۔ وہاں چلتا گیا اور راستے میں آنے والے پتے ٹوٹتے گئے۔ اُسے تمام سالوں کی تنہائی کا احساس ہوا۔ اُس کی

زندگی شفاف تھی۔ جو خالی تھی۔

مکئی کے اوپر کوّے اُڑ رہے تھے۔ وہ مکئی کے تنوں پر بیٹھ رہے تھے۔ وہ کوئلے کے بنے ہوئے تھے۔ وہ وزنی تھے۔ مکئی کے تنے ڈولتے تو کوّے پر پھڑ پھڑاتے تھے۔ گھنٹہ بجانے والا جب گاؤں پہنچا، اُسے محسوس ہوا کہ اُس کا دل پسلیوں کے درمیان میں برہنہ لٹک رہا ہے اور سخت ہو چکا ہے۔ راکھ والا ڈبہ باڑ کے پاس پڑا ہے۔

گیت

اڑوس پڑوس کے چتی دار سؤر اونچی آواز میں چلّا رہے ہیں۔ وہ بادلوں میں موجود ریوڑ ہے۔ وہ گھر کے اوپر سے گزرتے ہیں۔ برآمدہ پتوں کے جال میں پھنسا ہوا ہے اور ہر پتے کا اپنا سایہ ہے۔

ساتھ والی گلی میں ایک آواز گا رہی ہے۔ گیت پتوں میں سے تیرتے ہوئے نکلتا ہے۔ ''گاؤں رات کے وقت بہت بڑا ہے۔'' وِنڈریچ سوچتا ہے۔ ''اور ہر جگہ اِس کا سرا پہنچا ہوا ہے۔''

وِنڈریچ کو یہ گانا یاد ہے۔ ''ایک بار میں نے برلن کا سفر کیا تھا، جو دیکھنے یہ خوب صورت شہر ہے۔ تری ہا ہولالا رات بھر۔'' جب رات اتنی تاریک ہو، پتوں کے سائے ہوں تو برآمدہ اوپر کی طرف پھیلتا ہے۔ وہ پتھروں کے سہارے اوپر اُٹھایا ہوا ہے۔ جب وہ بہت اونچا ہو جاتا ہے تو سہارا ٹوٹ جاتا ہے۔ برآمدہ زمین پر گر جاتا ہے۔ واپس اپنے مقام پر آجاتا ہے۔ جب دِن طلوع ہوتا ہے تو کوئی نہیں دیکھتا کہ برآمدہ پھیلا اور گرا تھا۔

وِنڈریچ پتھروں پر دباؤ محسوس کرتا ہے۔ اُس کے سامنے ایک خالی میز ہے اور میز پر خوف کھڑا ہے۔ خوف وِنڈریچ کی پسلیوں کے درمیان میں ہے۔ وِنڈریچ خوف کو پتھر کی طرح اپنے کوٹ کی جیب میں لٹکتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

گیت سیب کے درخت میں سے تیرتا ہوا جاتا ہے۔ ''میرے پاس بھیجو بیٹی اپنی، کروں اُس کے ساتھ میں ہم بستری، تری ہا ہولالا رات بھر۔''

وِنڈریچ اپنا سرد ہاتھ اپنے کوٹ کی جیب میں ڈالتا ہے۔ اُس کی جب میں کوئی پتھر نہیں ہے۔ گیت اُس کی انگلیوں کے بیچ میں ہے۔ وِنڈریچ اگلا حصہ آہستگی سے گاتا ہے۔ ''جناب

یہ کبھی ہوگا نہیں، میری پیاری بیٹی کے ساتھ ہم بستری نہیں ہوگی، تر ی ہا ہولالا رات بھر۔"

بادل گاؤں کے اوپر نشان چھوڑ جاتے ہیں کیوں کہ بادلوں میں سوّروں کا ریوڑ بہت بڑا ہے۔ سوّر خاموش ہیں۔ گیت رات میں تنہا ہے۔ "ماں میری، مجھے دو اجازت، میرے پاس پھر اک سوراخ کیوں ہے، تر ی ہولالا رات بھر۔"

گھر کا راستہ طویل ہے۔ آدمی اندھیرے میں چل رہا ہے۔ گانے کا کوئی اَنت نہیں۔ "اوہ ماں پیاری، مجھے اُدھار دو اپنی، میری اپنی تو ہے چھوٹی سی، تر ی ہا ہولالا رات بھر۔" گانا بوجھل ہے اور آواز گمبھیر۔ گانے میں ایک پتھر ہے۔ پتھر کے اوپر سے ٹھنڈا پانی بہہ رہا ہے۔ "اوہ! نہیں دے سکتی میں اُدھار، جلد ہی تیرا باپ خواہش مند ہوگا، تر ی ہا ہولالا رات بھر۔"

وِنڈ بیچ جیب میں سے اپنا ہاتھ باہر نکالتا ہے۔ وہ پتھر کھو بیٹھتا ہے اور گیت بھی۔

"جب وہ چلتی ہے۔" وِنڈ بیچ سوچتا ہے۔ "جب ایملی زمین پر پاؤں رکھتی ہے تو اُس کی انگلیاں باہر کی طرف ہوتی ہیں۔"

دودھ

ایملی جب سات سال کی تھی تو رُوڈی اُسے کھینچ کر مکئی کے کھیت میں لے گیا۔ وہ اُسے کھیت کے دوسرے سرے تک لے گیا۔ ''مکئی ایک جنگل ہے۔'' اُس نے کہا۔ رُوڈی، ایملی کو اناج کی کوٹھڑی میں لے گیا۔ اُس نے کہا۔ ''اناج کی کوٹھڑی ایک قلعہ ہے۔''

اناج کی کوٹھڑی میں وائین کی ایک خالی بیرل پڑی تھی۔ ''وائین کی بیرل تمھارا بستر ہے۔'' رُوڈی نے کہا۔ اُس نے ایملی کے بالوں پر خشک ڈوڈیاں ڈالیں۔ ''تم نے کانٹوں کا تاج پہن رکھا ہے۔'' اُس نے کہا۔ ''تم مسحور ہو۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ تمھیں تکلیف اُٹھانا ہوگی۔''

رُوڈی کی جیبیں کانچ کی کرچیوں سے بھری تھیں۔ اُس نے کرچیوں کو بیرل کے کنارے پر لگایا۔ کرچیاں چمکتی تھیں۔ ایملی بیرل کے فرش پر بیٹھ گئی اور رُوڈی اُس کے سامنے جھکا۔ اُس نے اُس کا لباس اوپر کیا۔ ''میں تمھارا دودھ پینے لگا ہوں۔'' رُوڈی نے کہا۔ اُس نے ایملی کی چوچیاں چوسیں۔ ایملی نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ رُوڈی نے چھوٹی اور بھوری گلٹیوں دانت گاڑے۔

ایملی کی چوچیاں سوج گئیں۔ وہ درد سے چلائی۔ رُوڈی باغ میں سے ہوتا ہوا کھیتوں میں چلا گیا اور ایملی گھر بھاگ گئی۔

ڈوڈیاں اُس کے بالوں میں پھنسی رہیں۔ وہ بالوں میں اُلجھ گئی تھیں۔ وِنڈیچ کی بیوی نے بالوں کی گانٹھیں قینچیوں کی مدد سے کاٹیں۔ اُس نے جوشاندے سے ایملی کی چوچیاں دھوئیں۔ ''تم اُس کے ساتھ دوبارہ مت کھیلنا۔'' وِنڈیچ کی بیوی نے کہا۔ ''پوستین فروش کا بیٹا پاگل ہے۔ اُس کے سر میں اُن تمام بھرے ہوئے جانوروں کی وجہ سے گہرا سوراخ ہے۔''

وِنڈیچ نے سر ہلایا۔ ''ایملی ہمیں بے عزت کروائے گی۔'' وہ بولا۔

مرغِ زرّیں

جھلملیوں میں خاکستری جھریاں تھیں۔ ایملی کو بخار تھا۔ وِنڈ سیج سو نہیں سکا۔ اُس کے ذہن میں چبائی ہوئی چو چیاں تھیں۔

وِنڈ سیچ کی بیوی پلنگ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ ''میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔'' اُس نے کہا۔ ''میں دوچھتی پر گئی۔ میرے ہاتھ میں آٹے کی چھلنی تھی۔ دوچھتی کے زینے پر ایک مُردہ پرندہ پڑا تھا۔ وہ ایک مرغِ زرّیں تھا۔ میں نے پرندے کو پنجوں سے اُٹھایا۔ اُس کے نیچے موٹی اور کالی مکھیوں کا ایک ہجوم تھا۔ وہ غول کی شکل میں اُڑیں۔ اُنھوں آٹے کی چھلنی میں ڈیرا ڈال لیا۔ میں نے چھلنی کو ہوا میں لہرایا۔ مکھیوں نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی۔ میں نے درّانہ وار دروازہ عبور دیا۔ میں صحن میں بھاگ گئی۔ میں نے مکھیوں والی چھلنی کو برف میں پھینک دیا۔''

دیوار پر کلاک

پوستین فروش کی کھڑکیاں رات کا حصہ بن گئی ہیں۔ رُوڈی اپنے کوٹ پر لیٹا ہوا سو رہا ہے۔ پوستین فروش پلنگ پر اپنی بیوی کے ساتھ لیٹا ہوا سو رہا ہے۔

وِنڈش دیوار پر کلاک کا سفید نشان دیکھتا ہے۔ وہ اُسے خالی میز پر دیکھتا ہے۔ کلاک میں ایک کوئل رہتی ہے۔ وہ کلاک کی گھنٹے کی سوئی کو محسوس کرتی ہے۔ وہ آواز دیتی ہے۔ پوستین فروش نے کلاک پولیس رضا کار کو تحفے میں دے دیا تھا۔

دو ہفتے پہلے پوستین فروش نے وِنڈش کو ایک خط دکھایا تھا۔ خط میونخ سے آیا تھا۔ ''میرا برادارِ نسبتی وہاں رہتا ہے۔'' پوستین فروش نے کہا۔ اُس نے خط میز پر رکھ دیا۔ اُنگلی کے سرے سے اُس نے وہ سطریں سیدھی کیں جو وہ پڑھنا چاہتا تھا۔ ''تمھیں اپنے بھانڈے برتن ساتھ لانا چاہئیں۔ یہاں تقریبات مہنگی ہیں۔ پوستین کے کوٹ مہنگے ہیں۔'' پوستین فروش نے رُخ موڑ لیا۔

وِنڈش کوئل کی آواز سنتا ہے۔ وہ چھت کے بیچ میں سے بھرے ہوئے پرندوں کی بو سونگھ سکتی ہے۔ گھر میں کوئل واحد زندہ پرندہ ہے۔ اُس کی چیخ وقت کے بخرے کرتی ہے۔ بھرے ہوئے پرندے بو چھوڑ رہے ہیں۔

پھر پوستین فروش ہنسا۔ وہ خط کے آخر میں لکھے ہوئے ایک فقرے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ''یہاں کی عورتیں کسی کام کی نہیں۔'' اُس نے پڑھا۔ ''وہ کھانا پکانا نہیں جانتیں۔ میری بیوی مکان کی مالکہ کی مرغیاں ذبح کرتی ہے۔ خاتونِ خانہ کلیجی اور تلی کھانے سے انکار کر دیتی ہے۔ وہ انتڑیاں اور تلی پھینک دیتی ہے۔ اِس کے علاوہ وہ سارا دِن سگریٹ

پیتی رہتی ہے اور کسی آدمی کو اپنے اندر داخل ہونے سے منع نہیں کرتی۔''

''بدترین سوابیّن عورت بھی۔'' پوستین فروش نے کہا۔'' وہاں کی بہترین جرمن عورتوں سے بدرجہا بہتر ہے۔''

چمکتے پتّوں والی جھاڑی

اُلواب نہیں بول رہا۔ وہ ایک چھت پر قیام کر گیا ہے۔ ''بیوہ کرونر لازماً مر گئی ہے۔'' وِنڈرچ سوچتا ہے۔

پچھلی گرمیاں، بیوہ کرونر نے پیپا ساز کے لیموں کے درخت سے شگوفے توڑے تھے۔ درخت گرجا گھر کے بائیں طرف ہے۔ وہاں گھاس اُگتی ہے۔ جنگلی نرگس گھاس میں کھلتی ہے۔ گھاس کے وسط میں ایک تالاب ہے۔ تالاب کے گرد رومانوی نژاد لوگوں کی قبریں ہیں۔ یہ قبریں سپاٹ ہیں۔ پانی اُنھیں زمین کے نیچے کی طرف کھینچتا ہے۔

پیپا ساز کے لیموں کے درخت کی خوشبو میٹھی ہے۔ پادری کہتا ہے یہ قبریں گرجا گھر کا حصہ نہیں ہیں۔ کیوں کہ رومانوی قبروں سے آنے والی مہک جرمن قبروں سے مختلف ہے۔

پیپا ساز ایک گھر گھر جایا کرتا تھا۔ اُس کے پاس ایک جھولا ہوتا تھا جس میں کئی چھوٹے چھوٹے ہتھوڑے ہوتے تھے۔ وہ پیرلوں پر دھات کی پتریاں ٹھوکتا تھا۔ اُسے عوضانے میں کھانا دیا جاتا تھا۔ اُسے اناج کوٹھڑیوں میں سونے کی اجازت تھی۔

خزاں کا موسم تھا۔ سرمائی ٹھنڈ بادلوں میں دیکھی جا سکتی تھی۔ ایک صبح پیپا ساز جاگا نہیں۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے؟ یا وہ کہاں کا رہنے والا ہے؟ ''اُس جیسا آدمی ہمیشہ سفر میں ہوتا ہے۔'' گاؤں والوں نے کہا۔

لیموں کی شاخیں قبر پر جھکی ہوئی ہیں۔ ''کسی کو سیڑھی لگانے کی ضرورت ہی نہیں۔'' بیوہ کرونر بولی۔ ''کیوں کہ چکر نہیں آئیں گے۔'' وہ گھاس میں بیٹھ گئی اور اُس نے پھول توڑ کر ٹوکری بھر لی۔

تمام سردیاں بیوہ کرونر نے لیموں کے پھولوں کی چائے پی۔ وہ اِس چائے کے پیالے

کے پیلاے اپنے منہ میں خالی کرتی رہی۔ بیوہ کروزکو اِس چائے کی عادی نشئی بن گئی۔ موت پیالوں میں تھی۔

اُس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ لوگوں نے کہا۔ "بیوہ کروزر کے چہرے میں کچھ کِھلا ہوا ہے۔ اُس کا چہرہ جوان تھا۔ جس کی جوانی ناتواں تھی۔ جیسے موت سے پہلے جوانی آجاتی ہے، اُس کا چہرہ بھی ویسا ہی تھا۔ جیسے کوئی جوان ہوتا جائے، تاوقتیکہ جسم شکست وریخت کا شکار ہو جائے۔ جنم کے اُس پار۔"

بیوہ کروزر ہمیشہ ایک ہی گانا گاتی تھی۔ "کنوئیں کے نزدیک، پھاٹک پر، لیموں کا اک پیڑ ہے۔" وہ اِس کے ساتھ نئے نئے مصرعے جوڑتی جاتی۔ وہ لیموں کے پیڑ کے پھولوں کے شعر گاتی تھی۔

جب بیوہ کروزر بغیر شکر کی چائے پیتی تو شعروں میں اُداسی در آتی تھی۔ وہ گاتے ہوئے آئینے میں دیکھتی تھی۔ اُسے اپنے چہرے میں لیموں کے پھول نظر آتے۔ اُسے اپنے پیٹ اور ٹانگوں پر زخم محسوس ہوتے تھے۔

بیوہ کروزر کھیتوں میں سے چمکتے پتوں والی جھاڑی کے پھول توڑے۔ اُنھیں اُبالا۔ اُس نے بھورے رس کو اپنے زخموں پر مَلا۔ زخم بڑے ہوتے گئے۔ اُن کی خوشبو میٹھی ہوتی چلی گئی۔

بیوہ کروزر نے کھیتوں میں سے تمام چمکتے پتوں والی جھاڑیوں کے پھول چُن لیے۔ وہ اُنھیں اُبال کر چائے بناتی گئی۔

کف لنک

شیشے کی فیکٹری میں کام کرنے والا رُوڈی واحد جرمن تھا۔ ''پورے ضلع میں وہ واحد جرمن ہے۔'' پوستین فروش نے کہا۔ ''شروع شروع میں رومانوی حیران ہوئے کہ ہٹلر کے بعد رومانیہ میں جرمن ابھی تک موجود ہیں۔ ''ابھی تک جرمن۔'' مینجر کی سیکریٹری نے کہا تھا۔ ''ابھی تک جرمن، وہ بھی رومانیہ میں۔''

''اِس کے اپنے فوائد ہیں۔'' پوستین فروش نے سوچا۔ ''رُوڈی، فیکٹری میں کافی پیسے کماتا ہے۔ اُس کے خفیہ پولیس کے آدمی کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں۔ جو ایک بھورے بالوں، نیلی آنکھوں والا ایک بھاری بھرکم شخص ہے۔ وہ دیکھنے میں جرمن لگتا ہے۔ رُوڈی کہتا ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ وہ شیشے کی تمام مختلف اقسام سے واقفیت رکھتا ہے۔ رُوڈی نے اُسے شیشے کی ٹائی پن اور کف لنک دیے۔ اِس تحفے کا صلہ ملا۔'' پوستین فروش نے کہا۔ ''اُس آدمی نے پاسپورٹ حاصل کرنے میں ہماری بہت مدد کی۔''

رُوڈی نے آدمی کو شیشے کی وہ تمام چیزیں دے دیں جو اُس کے فلیٹ میں تھیں۔ شیشے کے گُل دان، کنگھے، نیلے شیشے کی جھولنے والی کرسی، شیشے کی پیالیاں اور تھالیاں، شیشے کی تصویریں اور شیشے کی شبینہ بتی جس کا چھجا سرخ رنگ کا تھا۔

شیشے کے کان، ہونٹ، آنکھیں، ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں، رُوڈی یہ سب ایک اٹیچی کیس میں گھر لایا۔ اُس نے اُنھیں فرش پر ترتیب دی۔ اُس نے اُنھیں قطاروں اور دائرے میں رکھا۔ پھر وہ اُنھیں دیکھتا رہا۔

بلوری گُل دان

ایملی شہر میں کنڈرگارٹن کی اُستاذ ہے۔ وہ ہر ہفتے کے دِن گھر آتی ہے۔ وِنڈیچ کی بیوی سٹیشن پر اُس کی منتظر ہوتی ہے ۔ وہ بھاری تھیلے اُٹھانے میں اُس کی مدد کرتی ہے۔ ہر ہفتے کو، ایملی خوراک اور شیشے سے بھرا ہوا ایک تھیلا لاتی ہے۔ ''بلور۔'' وہ کہتی ہے۔

برتنوں کی الماریاں بلوروں سے بھری ہوئی ہیں۔ بلوروں کو رنگ اور حجم کے مطابق سجایا گیا ہے۔ عام شراب کے لیے سرخ اور ولندیزی شراب کے نیلے گلاس اور سفید رنگ کے لیے گلاس۔ میزوں پر شیشے کے پھل دان، مرتبان اور پھولوں کی ٹوکریاں پڑی ہیں۔

''بچوں کے دیے ہوئے تحفے۔'' ایملی کہتی ہے۔ یہ وِنڈیچ کے اِس سوال کے جواب میں ہے۔ ''تمھیں یہ شیشے کہاں سے ملے؟''

ایک ماہ تک ایملی فرشی بلوریں گُل دان کی بات کرتی رہی۔ وہ فرش سے اپنے کولھوں تک اشارہ کرتی ہے۔ ''اُس کی اونچائی اتنی ہے۔'' ایملی کہتی ہے۔ ''اُس کا رنگ گہرا سرخ ہے۔ گُل دان پر سفید جھالر دار لباس والی ایک رقاصہ کی تصویر ہے۔''

کرسٹل کے گُل دان کے بارے میں سن کر وِنڈیچ کی بیوی کی آنکھیں حیرت سے پھیل جاتی ہیں۔ وہ ہر ہفتے والے دن کہتی ہے۔ ''تمھارا باپ بلوری گُل دان کی قدر و قیمت کبھی نہیں سمجھ پائے گا۔''

''عام گُل دان ہی کافی ہوا کرتے تھے۔'' وِنڈیچ کہتا ہے۔ ''آج کل لوگوں کو فرشی گُل دانوں کی ضرورت پڑتی ہے۔''

وِنڈیچ کی بیوی گُل دان کے متعلق تب بات کرتی ہے جب ایملی شہر میں ہوتی ہے۔ اُس کا چہرہ کِھل اُٹھتا ہے۔ اُس کے ہاتھ نرم ہو جاتے ہیں۔ وہ ہوا میں ہاتھ اِس طرح

اُٹھاتی ہے جیسے کسی کے گال تھپتھپانے لگی ہو۔ وِنڈریچ جانتا ہے کہ وہ کرسٹل کے گُل دان کے لیے اپنی ٹانگیں کھول دے گی۔ وہ اپنی ٹانگیں ایسے ہی کھول دے گی جیسے وہ ہوا کو نرمی سے تھپتھپاتی ہے۔

جب وہ کرسٹل کے گُل دان کے بارے میں بات کرتی ہے تو وِنڈریچ کی ایستادگی ہو جاتی ہے۔ وہ جنگ کے بعد کے سالوں کے بارے میں سوچتا ہے۔ ''رُوس میں وہ روٹی کے ایک ٹکڑے کے لیے اپنی ٹانگیں کھول دیا کرتی تھی۔'' جنگ کے بعد گاؤں میں لوگ یہی کہا کرتے تھے۔

اُس وقت وِنڈریچ نے سوچا تھا۔ ''وہ خوب صورت ہے اور بھوک تکلیف دہ۔''

قبروں کے درمیان

وِنڈ پچ جنگی قیدی رہنے کے بعد گاؤں واپس آیا تھا۔ گاؤں جنگ میں مارے جانے والوں اور زخمیوں کی وجہ سے خستہ حال تھا۔

باربرا رُوس میں مرگئی تھی۔

کیتھرینا رُوس سے لوٹ آئی تھی۔ وہ جوزف سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ جوزف جنگ میں مارا گیا تھا۔ کیتھرینا کے چہرے کا رنگ زرد اور آنکھوں میں درد تھا۔

وِنڈ پچ کی طرح کیتھرینا بھی موت کو دیکھ چکی تھی۔ وِنڈ پچ کی طرح کیتھرینا بھی زندگی سے چمٹی رہی تھی۔ وِنڈ پچ نے فوراً اپنی زندگی اُس کے ساتھ جوڑ دی۔

برباد شدہ گاؤں میں واپسی کے بعد پہلے ہفتے کے دن وِنڈ پچ نے اُس کے ساتھ بوس و کنار کیا تھا۔ اُس نے دھکیل کر اُسے ایک درخت کے ساتھ لگایا۔ اُس نے اُس کے جوان پیٹ اور گول چھاتیوں کو محسوس کیا۔ وِنڈ پچ اُس کے ساتھ باغوں میں گھوما۔

کتبے سفید رنگ کی قطاریں بنا کر کھڑے تھے۔ لوہے کا دروازہ چر چرایا۔ کیتھرینا نے صلیب کا نشان بنایا۔ وہ رونے لگی۔ وِنڈ پچ جانتا تھا کہ وہ جوزف کو یاد کر کے رو رہی ہے۔ وِنڈ پچ نے پھاٹک بند کر دیا۔ وہ بھی رونے لگا۔ کیتھرینا جانتی تھی کہ وہ باربرا کو یاد کر کے رو رہا ہے۔ وہ کلیسا کے پچھلی طرف کی گھاس پر بیٹھ گئی۔ وِنڈ پچ اُس کی طرف جھکا۔ اُس نے وِنڈ پچ کے بال پکڑ لیے۔ وہ مسکرائی۔ وِنڈ پچ نے اُس کا سایا اُٹھایا اور اپنی پتلون اُتاری۔ وہ اُس کے اوپر لیٹ گیا اور کیتھرینا نے مضبوطی سے گھاس مٹھی میں پکڑ لیا۔ وہ اُکھڑے اُکھڑے سانس لینے لگی۔ وِنڈ پچ نے اُس کے سر کے اوپر سے دیکھا۔ کتبے چمک رہے تھے۔ وہ کانپ اُٹھی۔

کیتھرینا اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اُس نے اپنے گھٹنوں پر سایے کو سیدھا کیا۔ وِنڈریچ نے اُس کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی پتلون چڑھائی۔ گرجا گھر کا صحن کشادہ تھا۔ وِنڈریچ جان گیا تھا کہ وہ مرا نہیں اور گھر میں ہے۔ اور یہ پتلون یہاں گاؤں میں کپڑوں والی الماری کے اندر اُس کی منتظر تھی۔ جنگ کے دوران میں اور بطور جنگی قیدی اُس کے علم میں نہیں تھا کہ اُس کا گاؤں کہاں واقع ہے اور وہ کب تک جیے گا۔

کیتھرینا کے منہ میں گھاس کا ایک تنکا تھا۔ وِنڈریچ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔ ’’آؤ، یہاں سے کہیں دُور چلیں۔‘‘ اُس نے کہا۔

Scanned with CamScanner

مرغے

گرجا گھر کی گھنٹیاں پانچ بار بجتی ہیں۔ وِنڈ بیچ کو اپنی ٹانگیں ٹھنڈ کی گانٹھیں محسوس ہوتی ہیں۔ وہ صحن میں چلا جاتا ہے۔ باڑ کے اوپر سے رات کے چوکیدار کا ہیٹ گزرتے ہوئے دکھائی دیتا ہے۔ وِنڈ بیچ پھاٹک کے پاس جاتا ہے۔ رات کے چوکیدار نے تار کے کھمبے کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے۔ وہ خود کلامی کر رہا ہے۔ ''وہ کہاں ہے، کہاں چلی گئی جو گلابوں میں سب سے حسین؟'' وہ کہتا ہے۔ کتا زمین پر بیٹھا ہے اور ایک کیڑا کھا رہا ہے۔

وِنڈ بیچ کہتا ہے۔ ''کونرڈ۔'' رات کا چوکیدار اُس کی طرف دیکھتا ہے۔ ''اُلو چراگاہ میں گھاس کے ڈھیر کے پیچھے بیٹھا ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''بیوہ کرونز مر گئی ہے۔'' وہ جماہی لیتا ہے۔ اُس کے سانس میں ولندیزی شراب کی بو ہے۔

گاؤں میں مرغے بانگیں دیتے ہیں۔ اُن کی آوازیں درشت ہیں۔ رات اُن کی چونچوں میں ہے۔

رات کا چوکیدار باڑ کا سہارا لے کر اپنا توازن قائم رکھتا ہے۔ اُس کے ہاتھ غلیظ اور اُنگلیاں مڑی ہوئیں۔

موت کا نشان

وِنڈیچ کی بیوی راہداری کے پتھر والے فرش پر ننگے پاؤں کھڑی ہے۔ اُس کے بال بکھرے ہوئے ہیں جیسے گھر میں تیز ہوا چل رہی ہو۔ وِنڈیچ کو اُس کی پنڈلیوں کے رونگٹے کھڑے دِکھائی دیتے ہیں اور اُس کے ٹخنوں کی جلد اُدھڑی ہوئی ہے۔

وِنڈیچ اُس کی شبینہ قمیص سونگھتا ہے۔ قمیص گرم ہے۔ اُس کی جبڑے کی ہڈیاں سخت ہیں۔ وہ پھڑک اُٹھتی ہیں۔ اُس کا منہ کھلتا ہے۔ ''تمھارے خیال میں کیا وقت ہوا ہے؟'' وہ بلند آواز میں کہتی ہے۔ ''میں نے کلاک پر تین بجے وقت دیکھا تھا۔ اُس نے ابھی پانچ بجائے ہیں۔'' وہ ہوا میں اپنے ہاتھ ہلاتی ہے۔ وِنڈیچ اُس کی انگلی کو تکتا ہے جس پر گاڑھا مادہ نہیں لگا ہوا۔

وِنڈیچ سیب کے درخت کے خشک پتے کو اپنے ہاتھ میں چُور چُور کرتا ہے۔ وہ بڑے کمرے میں بیوی کے چلّانے کی آواز سنتا ہے۔ وہ زور سے دروازہ بند کرتی ہے۔ وہ چیختی ہوئی باورچی خانے میں جاتی ہے اور چولہے پر کھٹاک سے چمچ گرتا ہے۔

وِنڈیچ باورچی خانے کے دروازے میں کھڑا ہے۔ وہ چمچ اُٹھاتی ہے۔ ''زانی۔'' وہ چلّاتی ہے۔ ''میں تمھاری حرکتوں کے بارے میں تمھاری بیٹی کو بتاؤں گی۔''

چائے دانی کے اوپر ایک سبز بلبلہ ہے اور بلبلے کے اوپر اُس کا چہرہ ہے۔ وِنڈیچ اُس کے قریب جا کر اُس کے منہ پر تھپڑ مارتا ہے۔ وہ کچھ نہیں کہتی اور اپنا سر جھکا لیتی ہے۔ وہ روتے ہوئے چائے دانی کو میز پر رکھتی ہے۔

وِنڈیچ چائے کی پیالی کے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔ بھاپ اُس کے چہرے کو کھاتی ہے۔ پودینے والی بھاپ باورچی خانے کا رُخ کرتی ہے۔ وِنڈیچ چائے میں اپنی آنکھیں دیکھتا

ہے۔چمچ سے چینی اُس کی آنکھوں میں ٹپکتی ہے۔چمچ چائے میں سیدھا کھڑا ہے۔

وِنڈ سچ چائے کا بڑا سا گھونٹ لیتا ہے۔''بیوہ کرونر مرگئی ہے۔'' وہ کہتا ہے۔اُس کی بیوی پیالی میں پھونک مارتی ہے۔اُس کی چھوٹی چھوٹی لال آنکھیں ہیں۔''گھنٹی بج رہی ہے۔''وہ کہتی ہے۔

اُس کے رخسار پر سرخ نشان ہے۔یہ نشان وِنڈ سچ کے تھپڑ کا ہے۔یہ چائے سے نکلتی بھاپ کا نشان ہے۔یہ بیوہ کرونر کی موت کا نشان ہے۔

گھنٹی کی آواز دیواروں میں سے گونجتی ہے۔لیمپ گونجتا ہے۔چھت گونجتی ہے۔ وِنڈ سچ گہرے سانس لیتا ہے۔وہ اپنی سانسوں کو پیالی کے پیندے میں محسوس کرتا ہے۔

''کون جانتا ہے کہ ہم کب اور کہاں مریں۔'' وِنڈ سچ کہتا ہے۔وہ اپنے بال پکڑ لیتی ہے اور اپنی ایک لٹ کو سیدھا کرتی ہے۔چائے کا ایک قطرہ ٹھوڑی کی طرف جاتا ہے۔

گلی میں فاختائی رنگ کی صبح طلوع ہوتی ہے۔پوستین فروش کی کھڑکیاں روشن ہیں۔

''جنازہ آج سہ پہر کو ہے۔'' وِنڈ سچ کہتا ہے۔

خطوط

وِنڈریچ مل کی طرف اپنے بائیسکل پر جا رہا ہے۔ بائیسکل کے ٹائر گیلی گھاس پر چوں چوں کی آواز نکال رہے ہیں۔ وِنڈریچ اپنے گھٹنوں کے بیچ میں گھومتے ہوئے پہیے کو دیکھتا ہے۔ باڑیں بارش میں پیچھے پھسلتی جا رہی ہیں۔ درختوں کے پتوں پر سے پانی ٹپک رہا ہے۔ باغ سرسراتے ہیں۔

جنگ کی یادگار دُھل کر خاکستری نظر آ رہی ہے۔ چھوٹے گلابوں کے کنارے بھورے ہیں۔

سڑک پر گڑھا پانی سے بھرا ہوا ہے۔ بائیسکل کا ٹائر اُس میں ڈوب جاتا ہے۔ پانی کے چھینٹے وِنڈریچ کی پتلون کے پاؤنچے پر پڑتے ہیں۔ کیچوے سڑک کے کنارے لگے پتھروں پر بل کھاتے ہوئے رینگ رہے ہیں۔

ترکھان کے گھر کی ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے۔ کمرے میں ایک بستر بچھا ہوا ہے جس کے اوپر سرخ رنگ کا بستر پوش ہے۔ ترکھان کی بیوی میز کے پاس اکیلی بیٹھی ہے۔ میز کے اوپر سبز مٹروں کا ایک ڈھیر پڑا ہے۔

بیوہ کرونر کے تابوت کا ڈھکنا اب دیوار کے ساتھ نہیں رکھا ہوا۔ پلنگ کے اوپر تصویر میں ترکھان کی ماں مسکرا رہی ہے۔ اُس کی مسکراہٹ سفید ڈھیلیا کی موت سے لے کر بیوہ کرونر کی موت تک پھیلی ہوئی ہے۔

فرش ننگا ہے۔ ترکھان نے اپنے سرخ قالین بیچ دیے ہیں۔ اُس کے پاس اب بڑا فارم ہے اور اُسے پاسپورٹ کا انتظار ہے۔

بارش وِنڈریچ کی گدّی پر گر رہی ہے۔ اُس کے کندھے بھیگے ہوئے ہیں۔

بعض اوقات پادری ترکھان کی بیوی کو بپتسمہ کی تصدیق کے لیے بلاتا ہے اور کبھی مقامی پولیس کا رضا کار پاسپورٹ کے لیے۔

رات کے چوکیدار نے وِنڈ پچ کو بتایا ہے کہ حجرے میں پادری کے پاس آہنی پلنگ ہے۔ اُس پلنگ پر وہ عورتوں کے ساتھ بپتسمہ کے سرٹیفکیٹ ڈھونڈتا ہے۔ ''اگر سب معاملات ٹھیک رہیں تو۔'' رات کے چوکیدار نے کہا۔ ''وہ پانچ مرتبہ سرٹیفکیٹ ڈھونڈتا ہے۔ اگر وہ کام دلجمعی کے ساتھ کر رہا ہے تو اُسے دس مرتبہ بھی ڈھونڈنا پڑ جاتا ہے۔ بعض اوقات پولیس کا رضا کار چند خاندانوں کی درخواستیں اور محکمہ مال کے ٹکٹ سات مرتبہ گم کر دیتا ہے۔ وہ ہجرت کرنے کی خواہش مند عورتوں کے ساتھ مل کے ڈاک خانے کے گودام میں گدے پر اُن چیزوں کو ڈھونڈتا ہے۔''

رات کے چوکیدار نے قہقہہ لگایا۔ ''تمھاری بیوی۔'' اُس نے وِنڈ پچ سے کہا۔ ''اُس کے کسی کام آنے کی عمر سے گزر چکی ہے۔ وہ تمھاری کیتھی کو تنگ نہیں کرے گا۔ لیکن پھر تمھاری بیٹی کی باری آئے گی۔ پادری اُسے کیتھولک بناتا ہے اور پولیس کا رضا کار بے وطن۔ پولیس کے رضا کار کو جب بھی کام کرنا ہوتا ہے تو ڈاک بانٹنے والی عورت اُسے ڈاک خانے کے گودام کی چابی دے دیتی ہے۔''

وِنڈ پچ مِل کے دروازے کو ٹھوکر مارتا ہے۔ ''اُسے کوشش کر دیکھنے دو۔'' اُس نے کہا۔ ''وہ شاید آٹا حاصل کر لے لیکن اُسے میری بیٹی کبھی نہیں ملے گی۔''

''اسی لیے ہمیں ہمارے خطوط نہیں ملتے۔'' رات کے چوکیدار نے کہا۔ ''ڈاک تقسیم کرنے والی عورت ہم سے لفافے لے لیتی ہے اور ٹکٹوں کے پیسے بھی لے جاتی ہے۔ وہ اُن پیسوں سے ولندیزی شراب خریدتی ہے اور خط پڑھ کے ردّی کی ٹوکری میں پھینک دیتی ہے۔ پولیس کے رضا کار کو اگر سٹور میں کوئی کام نہیں ہوتا تو وہ ڈاک تقسیم کرنے والی عورت کے ساتھ کاؤنٹر پر بیٹھ کے ولندیزی شراب کی بوتل کے لمبے لمبے گھونٹ لیتا ہے۔ اِس لیے کہ ڈاک تقسیم کرنے والی عورت اُس کے اور گدے کے کام کے لیے بے حد عمر

رسیدہ ہے۔''

رات کا چوکیدار اپنے کتے کو تھپکتا ہے۔ ''ڈاک تقسیم کرنے والی عورت اب تک سینکڑوں خط پی چکی ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''اور پولیس کا رضا کار ابھی تک سینکڑوں خط پڑھ چکا ہے۔''

وِنڈیچ بڑی چابی سے مِل کا دروازہ کھولتا ہے۔ وہ دو سال گنتا ہے۔ وہ چھوٹی چابی تالے میں گھماتا ہے۔ وِنڈیچ دِن شمار کرتا ہے۔ وِنڈیچ مل کے تالاب کی جانب جاتا ہے۔

تالاب کی سطح پر سکون نہیں ہے۔ اُس پر لہریں بن رہی ہیں۔ بیدِ مجنوں پتوں اور ہوا کی لپیٹ میں ہیں۔ گھاس کا ڈھیر اپنی متحرک اور دائمی تصویر پانی پر پھینک رہا ہے۔ مینڈک ڈھیر کے گرد چکر کاٹتے ہیں۔ وہ گھاس میں اپنا سفید پیٹ گھسیٹتے ہیں۔

رات کا چوکیدار تالاب کے کنارے پر بیٹھا ہچکیاں لے رہا ہے۔ اُس کا نرخرہ اچھل اچھل کر قمیص سے باہر آ رہا ہے۔ ''یہ نیلے پیاز ہیں۔'' وہ کہتا ہے۔ ''رُوسیوں نے پیازوں کے بالائی تہوں کی باریک باریک قاشیں کاٹیں۔ اُنھوں نے اُن پر نمک چھڑکا۔ نمک سے پیاز گلاب کی طرح کِھل اُٹھتے ہیں۔ وہ پانی چھوڑنے لگتے ہیں: شفاف، چمک دار پانی۔ رُوسی اُن پر مُکّے مارتے ہیں۔ میں نے رُوسیوں کو اپنی ایڑیوں کے نیچے پیاز کچلتے دیکھا ہے۔ عورتوں نے اپنے سایے اوپر اُٹھائے اور پیازوں پر جھکیں۔ اُنھوں نے اپنے گھٹنے گھمائے۔ ہم فوجیوں نے رُوسی عورتوں کو کولہوں سے پکڑ کر گھومنے میں مدد کی۔''

رات کے چوکیدار کی آنکھیں نمناک ہیں۔ ''میں نے رُوسی عورتوں کے گھٹنوں سے ایسے پیاز کھائے جو میٹھے اور مکھن کی طرح نرم تھے۔'' وہ کہتا ہے۔ اُس کے گال تھلتھلاتے ہوئے ہیں۔ اُس کی آنکھیں پیاز کی چمک کی طرح جوان ہو جاتی ہیں۔

وِنڈیچ دو بورے تالاب کے کنارے پر لے جاتا ہے۔ وہ اُنھیں کینوس سے ڈھانپ دیتا ہے۔ رات کا چوکیدار اُنھیں رات میں ہی پولیس کے رضا کار کے پاس لے جائے گا۔

سرکنڈے لرز رہے ہیں۔ سفید جھاگ پتوں سے چمٹا ہوا ہے۔ ''رقاصہ کا جھالر دار لباس ایسا ہی ہونا چاہیے۔'' وِنڈیچ سوچتا ہے۔ ''میں بلور کے کسی گل دان کو اپنے گھر میں

گھسنے نہیں دوں گا۔"

"عورتیں ہر جگہ موجود ہوتی ہیں۔ حد یہ کہ تالاب میں بھی عورتیں ہیں۔" رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ "وِنڈرچ اُن عورتوں کے زیرِ جامے سرکنڈوں کے بیچ دیکھتا ہے۔ وہ مل کے اندر چلا جاتا ہے۔

مکھی

بیوہ کرونر سیاہ کفن میں ملبوس تابوت میں لیٹی ہے۔ اُس کے ہاتھ سفید رسی کے ساتھ سامنے بندھے ہوئے ہیں تاکہ وہ پیٹ سے نیچے نہ پھسلیں۔ تاکہ جب وہ اوپر جنت کے دروازے پر پہنچے تو وہ دعا مانگ رہے ہوں۔

''وہ اتنی خوب صورت ہے کہ سوئی ہوئی لگ رہی ہے۔'' اُس کی ہمسائی سکنّی وِلما کہتی ہے۔ اُس کے ہاتھ پر ایک مکھی بیٹھ جاتی ہے۔ سکنّی وِلما اپنی انگلی ہلاتی ہے۔ مکھی اُس کے پہلو میں ایک چھوٹے ہاتھ پر بیٹھ جاتی ہے۔

وِنڈرچ کی بیوی اپنے سرپوش پر سے بارش کے قطرے جھاڑتی ہے۔ وہ ایک شفاف زنجیر کی شکل میں اُس کے جوتوں پر گرتے ہیں۔ دُعا مانگتی عورتوں کے پاس چھتریاں رکھی ہوئی ہیں۔ پانی ٹپکتے ٹپکتے کرسیوں کے نیچے سے ہوتا ہوا جاتا ہے۔ وہ جوتوں کے درمیان لشکارے مارنے لگتا ہے۔

وِنڈرچ کی بیوی دروازے کے ساتھ خالی کرسی پر بیٹھ جاتی ہے۔ وہ روتی ہے تو اُس کی دونوں آنکھوں میں سے آنسو کا ایک ایک موٹا قطرہ بہتا ہے۔ مکھی اُس کے گال کے اوپر بیٹھ جاتی ہے۔ آنسو بہتے ہوئے اُس کی طرف آتا ہے۔ وہ اُڑ کر کمرے میں چلی جاتی ہے، اُس کے پروں کے کنارے گیلے ہیں۔ مکھی واپس آکر وِنڈرچ کی بیوی کی جھریوں سے اَٹی انگلی پر بیٹھ جاتی ہے۔

وِنڈرچ کی بیوی دعا مانگتے ہوئے مکھی کی طرف دیکھتی ہے۔ مکھی ناخن کے اردگرد چکر کاٹتی ہے اور اُس کی جلد پر گدگدی کرتی ہے۔ ''یہ وہی مکھی ہے جو مرغِ زریں کے نیچے تھی، وہی مکھی جو آٹے والی چھاننی میں بیٹھی تھی۔'' وہ سوچتی ہے۔

وِنڈرچ کی بیوی کی نظر دعا کرتے ہوئے ایک جذباتی پیراگراف پر پڑتی ہے۔ وہ

اُسے پڑھتے ہوئے آہ بھرتی ہے۔ وہ آہ بھرتی ہے اور اپنے ہاتھوں کو ہلاتی ہے۔ اور اُس کے ناخن پر بیٹھی ہُوئی مکھی کو اُس کی آہ محسوس ہوتی ہے۔ اور وہ اُس کے گال کے پاس سے اُڑتے ہوئے کمرے میں چلی جاتی ہے۔

وِنڈ پِچ کی بیوی کے ہونٹ دِھیمی آواز میں بڑبڑاتے ہیں، ہمارے لیے دعا کر۔

مکھی چھت کے عین نیچے اُڑتی ہے۔ وہ موت کے رت جگے کا ایک لمبا گیت گنگناتی ہے۔ بارش کے پانی کا گیت، زمین کا بطور قبر گیت۔

بڑبڑاتے ہوئے وِنڈ پِچ کی بیوی چھوٹے چھوٹے دو اَور آنسو بہاتی ہے۔ وہ اُنھیں اپنے گال پر بہنے دیتی ہے۔ وہ اُنھیں اپنے منہ کے اردگرد کو نمکین کرنے دیتی ہے۔

سِکنّی وِلما اپنا رومال تلاش کرتی ہے۔ وہ اُسے جوتوں کے درمیان اور کالی چھتریوں میں سے بہتی پانی کی چھوٹی چھوٹی دھاروں میں ڈھونڈتی ہے۔

سِکنّی وِلما کو جوتوں میں ایک تسبیح ملتی ہے۔ اُس کا چہرہ مخروطی اور چھوٹا ہے۔ ''یہ کس کی تسبیح ہے؟'' وہ پوچھتی ہے۔ کوئی اُس کی طرف نہیں دھیان نہیں دیتا، سب خاموش ہیں۔

''کون جانے۔'' وہ آہ بھرتی ہے۔ ''یہاں پہلے ہی کافی لوگ آ چکے ہیں۔''

وہ تسبیح کو اپنی کالے رنگ کے لمبے سایے کی جیب میں رکھ لیتی ہے۔

مکھی بیوہ کرونر کے رخسار پر بیٹھ جاتی ہے، اُس کی مردہ کھال پر ایک جاندار چیز۔ وہ اُس کے منہ کے بے جان گوشے میں بھنبھناتی ہے۔ مکھی اُس کی ٹھوڑی کی سخت جلد پر ناچتی ہے۔

کھڑکیوں کے باہر بارش کی آواز ہے۔ دُعا منگوانے والی اپنی چھوٹی چھوٹی پلکوں کو اِس طرح جھپکتی ہے جیسے بارش اُس کے چہرے پر گر رہی ہو۔ جیسے وہ اُس کی آنکھوں کو دھو رہی ہو۔ بھنوؤں کو جو عبادت کی وجہ سے گھس گئی ہیں۔ ''بارش کا طوفان۔'' وہ کہتی ہے۔ ''پورے ملک میں ہے۔'' یہ بات کہتے ہوئے بھی وہ اپنا منہ یُوں بند کرتی ہے جیسے بارش اُس کے حلق میں داخل ہو کر نیچے اُتر رہی ہو۔

سِکنّی وِلما مُردہ عورت کو دیکھتی ہے۔ ''صرف باناتت میں۔'' وہ کہتی ہے۔ ''ہمارا موسم

بخارسٹ کے بجائے آسٹریا سے آتا ہے۔''

پانی گلیوں میں اکٹھا ہو جاتا ہے۔ وِنڈریچ کی بیوی آہستہ آہستہ ایک چھوٹا سا آخری آنسو بہاتی ہے۔ ''پرانے لوگ کہتے ہیں کہ جس کے جنازے پر بارش ہو وہ نیک روح ہوتی ہے۔'' وہ کمرے سے خطاب کرتی ہے۔

بیوہ کرونز کے تابوت پر ہائڈرنجا کے پھولوں کے گچھے ہیں۔ وہ مرجھا کر باسی، بھاری اور بنفشی ہو گئے ہیں۔ تابوت میں پڑی موت، جلد اور ہڈیاں اُن پھولوں کو کھائے جا رہی ہیں۔ اور بارش کی دُعا بھی اُنھیں کھائے جا رہی ہے۔

مکھی ہائڈرنجا کے بے خوشبو پھولوں میں رینگ جاتی ہے۔

پادری دروازے میں سے داخل ہوتا ہے۔ اُس کی چال بھاری ہے جیسے اُس کے تمام جسم کے اندر پانی بھرا ہوا ہو۔ پادری عشائے ربانی والی میز کے لڑکے کو کالی چھتری تھماتے ہوئے کہتا ہے۔ ''مدح یسوع مسیح کے لیے۔'' عورتیں دھیمی آواز میں دہراتی ہیں اور مکھی بھی دہراتی ہے۔

ترکھان تابوت کا ڈھکن کمرے میں لاتا ہے۔

ہائڈرنجا کی ایک پتّی لرزتی ہے۔ وہ نیم بدرنگ اور نیم مردہ پتّی سفید ڈوری سے بندھے ہوئے دُعا مانگتے ہاتھوں پر گر جاتی ہے۔ ترکھان ڈھکن کو تابوت کے اوپر رکھتا ہے۔ وہ کالے رنگ کی کیلوں اور ہتھوڑے کی ہلکی ضربوں سے ڈھکن کو بند کرتا ہے۔

جنازہ گاڑی چمک رہی ہے۔ گھوڑا درختوں کو دیکھتا ہے۔ گاڑی بان خاکستری کمبل گھوڑے کی پیٹھ پر ڈالتا ہے۔ ''گھوڑے کو ٹھنڈ لگ جائے گی۔'' وہ ترکھان سے کہتا ہے۔

عشائے ربانی کی میز والا لڑکا پادری کے اوپر چھتری تانتا ہے۔ پادری کی ٹانگیں نہیں ہیں۔ اُس کے چوغے کا کنارا کیچڑ میں گھسٹ رہا ہے۔

وِنڈریچ کو اپنے جوتوں میں پانی قلقل کرتا محسوس ہوتا ہے۔ اُسے حجرہ کی کِیل کا پتا ہے۔ اُسے اُس لمبی کِیل کے بارے میں معلوم ہے جس پر چوغہ لٹک رہا ہے۔ ترکھان پانی

گڑھے میں قدم رکھتا ہے۔ وِنڈریچ اُس کے تسموں کو ڈوبتے دیکھتا ہے۔

''کالا چوغہ بہت کچھ دیکھ چکا ہے۔'' وِنڈریچ سوچتا ہے۔ ''اِس نے آہنی پلنگ پر پادری کو عورتوں کے ساتھ بپتسما کے سرٹیفکیٹ ڈھونڈتے ہوئے دیکھا ہے۔'' ترکھان کچھ پوچھتا ہے۔ وِنڈریچ اُس کی آواز سنتا ہے۔ اُسے ترکھان کی بات کی سمجھ نہیں آتی۔ وِنڈریچ اپنے عقب میں نفیری اور بڑے ڈھول کی آواز سنتا ہے۔

بارش رات کے چوکیدار کے ہیٹ کے کنارے پر حاشیہ بناتی ہے۔ جنازہ گاڑی پر کفن پھڑپھڑاتا ہے۔ سفید پھولوں کے گچھے گملوں میں لرزتے ہیں۔ وہ پتوں کو کیچڑ پر بکھیرتے ہیں۔ کیچڑ پہیوں کے نیچے چمکتا ہے۔ جنازہ گاڑی پانی کے چمکتے ہوئے گڑھے میں گھومتی ہے۔

موسیقی بے جان ہے۔ بڑے ڈھولوں کی آواز اکتاہٹ سے بھری اور سیلی ہے۔ پرے گاؤں میں، چھتیں پانی کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔

قبرستان سفید صلیبوں کی وجہ سے چمک رہا ہے۔ گھنٹی کی ہکلاتی ہوئی آواز گاؤں کے اوپر لٹک جاتی ہے۔ وِنڈریچ کو گڑھے میں اپنا ہیٹ نظر آتا ہے۔ ''تالاب بڑا ہو جائے گا۔'' وہ سوچتا ہے۔ ''بارش پولیس کے رضاکار کی بوریوں کو باہر گھسیٹ لائے گی۔''

قبر میں پانی ہے۔ پانی کا رنگ چائے کی طرح پیلا ہے۔ ''بیوہ کرونراب چائے پی سکتی ہے۔'' سِکنّی وِلما نے سرگوشی کی۔

دُعا منگوانے والی قبروں کے درمیانی راستے پر بچھی ہوئی گل داؤدی کی پتیوں پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ پادری کے مددگار لڑکے نے چھتری کو ایک خاص زاویے پر رکھتا ہے۔ زمین پر خوشبودار دھونی رَمائی گئی۔

پادری انگلیوں میں سے مٹھی بھر کیچڑ تابوت پر ٹپکنے دیتا ہے۔ ''اے دھرتی! جو تمھارا ہے، تم لے لو۔ خدا وہ لیتا ہے جو اُس کا ہے۔'' پادری کا مددگار لڑکا ایک بھیگی ہوئی لمبی ''آمین'' کہتا ہے۔ وِنڈریچ کو اُس کے پچھلے دانت تک نظر آتے ہیں۔

پانی کفن کو گیلا کر رہا ہے۔ رات کا چوکیدار اپنے ہیٹ کو چھاتی کے ساتھ لگائے کھڑا ہے۔ وہ کنارے کو اپنے ہاتھ میں مروڑ رہا ہے۔ ہیٹ پر سلوٹیں پڑ گئی ہیں۔ ہیٹ لپٹ کر کالے گلاب کی طرح ہو گیا ہے۔

پادری دُعاؤں والی کتاب بند کرتا ہے۔ ''ہم دوسری طرف جلد ملیں گے۔''

گورکن ایک رومانوی نژاد ہے۔ وہ بیلچے کو پیٹ کے ساتھ ٹکاتا ہے۔ اپنے کندھوں پر صلیب کا نشان بناتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھوں پر تھوک کے بیلچا چلانے لگتا ہے۔

بینڈ جنازے کی ایک سرد مہر طرز بجاتا ہے۔ گیت کا کوئی اختتام نہیں۔ درزی کا شاگرد اپنے فرانسیسی بھونپو میں زور سے پھونک مارتا ہے۔ اُس کی نیلی انگلیوں پر سفید نشانات ہیں۔ وہ گیت میں اپنا حصہ بجاتا ہے۔ زرد رنگ کا بڑا بھونپو اُس کے کان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ وہ گراموفون کے بھونپو کی طرح چمکتا ہے۔ ساز میں سے نکلنے کے بعد جنازے کا گیت ایک دم پھٹ پڑتا ہے۔

بڑے ڈھول کی آواز گونجتی ہے۔ دُعا منگوانے والی کا گلا سرپوش کے سِروں کے درمیان لٹکا ہوا ہے۔ قبر مٹی سے بھر جاتی ہے۔

وِنڈریچ آنکھیں موند لیتا ہے۔ سنگِ مرمر کی سفید اور گیلی صلیبوں کے باعث اُس کی آنکھوں میں درد ہے۔ بارش کی وجہ سے اُن میں تکلیف ہے۔

سِکتّی وِلما کا گرجا گھر کے صحن والے پھاٹک سے باہر جاتی ہے۔ ہائیڈرنجا کے ٹُوٹے ہوئے گچھے بیوہ کرونر کی قبر پر پڑے ہیں۔ ترکھان اپنی ماں کی قبر پر کھڑا ہو کر روتا ہے۔

وِنڈریچ کی بیوی گل داؤدی کی پتیوں پر کھڑی ہے۔ ''آؤ چلیں۔'' وہ کہتی ہے۔ وِنڈریچ اُس کے پہلو بہ پہلو کالی چھتری کے نیچے چلتا ہے۔ چھتری ایک بڑا کالا ہیٹ ہے۔ اُس ہیٹ کو وِنڈریچ کی بیوی ایک چھڑی پر اُٹھائے ہوئے ہے۔

گورکن گرجا گھر میں ننگے پاؤں اور تنہا کھڑا ہے۔ وہ اپنے ربڑ کے بوٹوں کو بیلچے سے صاف کر رہا ہے۔

بادشاہ سورہا ہے

جنگ سے پہلے گاؤں کا بینڈ اپنی گہری سرخ وردی میں ریلوے سٹیشن پر کھڑا تھا۔ سٹیشن کی ڈھالو چھت کی دیوار کے ساتھ بندکیوں دار پنکھڑیوں والی سوسن، چینی آسٹر اور کیکر کے پتوں کے ہار لٹک رہے تھے۔ لوگ اپنے اتوار کے لباسوں میں ملبوس تھے۔ بچے گھٹنوں تک سفید جرابیں پہنے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اپنے چہروں کے سامنے پھولوں کے بھاری گُل دستے تھامے رکھے تھے۔

گاڑی جب سٹیشن میں داخل ہوئی تو بینڈ نے ایک فوجی دُھن بجائی۔ لوگوں نے تالیاں پیٹیں۔ بچوں نے پھول فضا میں اچھالے۔

گاڑی آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی۔ ایک نوجوان نے اپنا بازو کھڑکی سے باہر نکالا۔ اُس نے اپنی اُنگلیاں کھولیں اور پکارا: ''خاموشی! عالی مرتب بادشاہ سلامت سو رہے ہیں۔''

جب گاڑی سٹیشن سے نکل گئی تو چراہ گاہ سے سفید بکریوں کا ایک ریوڑ آیا اور ریل کی پٹڑی پر چلتے ہوئے پھولوں کے گُل دستے کھانے لگا۔

سازندے اپنی نامکمل دھنوں کے بعد گھروں کو چلے گئے تھے۔ مرد وزن بھی نامکمل خوش آمدیدی ہاتھوں کے اشاروں کے بعد گھروں کو جا چکے تھے۔ بچے بھی خالی ہاتھ لیے گھروں کو چلے گئے تھے۔ ایک چھوٹی لڑکی جس نے مارچ کے اختتام پر، جب تالیاں بجائی جا چکی ہوتیں، بادشاہ کے لیے ایک نظم پڑھنی تھی، انتظارگاہ میں بیٹھی تب تک روتی رہی جب تک بکریوں نے پھولوں کے تمام گُل دستے کھا نہیں لیے۔

بڑا گھر

صفائی والی عورت جنگلے سے گرد صاف کرتی ہے۔ اُس کے گال پر کالا نشان ہے اور اُس کی آنکھ جامنی ہے۔ وہ رو رہی ہے۔ ''اُس نے مجھے پھر مارا ہے۔'' وہ کہتی ہے۔

راہداری میں کپڑے لٹکانے والے خالی کھونٹے چمک رہے ہیں۔ وہ کانٹوں کے ہار ہیں۔ چھوٹے اور گھسے ہوئے چھوٹے سلیپر ترتیب کے ساتھ کھونٹیوں کے نیچے پڑے ہیں۔

ہر بچہ گھر سے ہی نرسری میں تبدیلی ساتھ لایا ہے۔ ایملی نے چھوٹی چھوٹی تصویریں کھونٹیوں کے نیچے لٹکائی ہوئی ہیں۔

ہر بچہ ہر صبح اپنی کار، اپنے کتے، اپنی گڑیا اور اپنی گیند کو ڈھونڈتا ہے۔

اُوڈو دروازے میں سے داخل ہوتا ہے۔ وہ اپنا جھنڈا ڈھونڈ رہا ہے۔ جو کالا، سرخ اور سنہری ہے۔ جرمنی کا جھنڈا۔ وہ جھنڈے کے اوپر کھونٹی پر اپنا کوٹ لٹکاتا ہے۔ وہ اپنے جوتے اُتار کر لال چپل پہنتا ہے۔ وہ جوتوں کو کوٹ کے نیچے رکھتا ہے۔

اُوڈو کی ماں چوکلیٹ فیکٹری میں کام کرتی ہے۔ ہر منگل کو وہ ایملی کے لیے چینی، مکھن، کوکا اور چوکلیٹ لاتی ہے۔ ''اُوڈو نرسری میں صرف تین ہفتوں کے لیے آئے گا۔'' اُس نے ایملی کو گذشتہ کل بتایا تھا۔ ''ہمیں ہمارے پاسپورٹ کے متعلق بتا دیا گیا ہے۔''

دندان ساز اپنی بیٹی کو ادھ کھلے دروازے میں سے دھکیلتا ہے۔ لڑکی کے بالوں پر چپٹی ٹوپی رکھی برف کے گالے کی طرح ہے۔ لڑکی کھونٹیوں پر اپنا کتا تلاش کرتی ہے۔ دندان ساز ایملی کو گُلِ لحمی کا دستہ اور ایک چھوٹا ڈبہ دیتا ہے۔ ''اینکا کو بخار ہے۔'' وہ کہتی ہے۔ ''براہِ مہربانی اُسے دس بجے گولیاں کھلا دیجیے گا۔''

صفائی والی عورت جھاڑن کو کھڑکی سے باہر پھینک دیتی ہے۔ کیکر زرد ہیں۔ ہر روز کی

طرح بوڑھا آدمی اپنے گھر کے سامنے والی روش پر بُہاری دیتا ہے۔ کیکر کے پتوں کو ہوا نے اُڑا دیا ہے۔

بچیاں اپنا شکروں والا یونیفارم پہنے ہوئے ہیں؛ پیلی انگیائیں، گہری نیلی پتلونیں اور چنٹوں والے سایے۔ ''آج بدھوار ہے۔'' ایملی سوچتی ہے۔ ''شکروں کا دِن۔''

عمارتی اینٹیں ٹکراتی ہیں، کرینیں چیختی ہیں۔ مقامی کالے آدمیوں کی قطاریں چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کے سامنے گزرتی ہیں۔ اُوڈو ایک فیکٹری بنا رہا ہے۔ لڑکیوں کی چھوٹی چھوٹی انگلیوں سے گڑیاں دودھ پی رہی ہیں۔

اینکا کا ماتھا گرم ہے۔

کلاس روم کی چھت میں سے ترانے کی آواز سنی جا سکتی ہے۔ بالائی منزل پر بڑا گروہ گا رہا ہے۔

تعمیری بلاک ایک دوسرے کے اوپر دھرے ہوئے ہیں۔ کرینیں خاموش ہیں۔ مقامی کالے آدمیوں کی قطار میز کے کنارے پر کھڑی ہے۔ فیکٹری کی چھت نہیں ہے۔ لمبے ریشمی لباس میں ملبوس گڑیا کرسی پر لیٹی ہوئی ہے۔ وہ سو رہی ہے، اُس کا چہرہ گلاب ایسا ہے۔

بچے اپنی قامتوں کے اعتبار سے نیم دائرے کی شکل میں استاذ کی میز کے سامنے کھڑے ہیں۔ اُنھوں نے اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر ٹکا رکھی ہیں۔ وہ اپنے منہ اوپر اُٹھاتے ہیں۔ اُن کی آنکھیں بڑی اور نم ہو جاتی ہیں۔ وہ بلند آواز میں گاتے ہیں۔

لڑکے اور لڑکیاں ننھے سپاہی ہیں۔ ترانے کے سات شعر ہیں۔

ایملی رومانیہ کا نقشہ دیوار پر لٹکاتی ہے۔

''تمام بچے فلیٹوں کے بلاکوں یا گھروں میں رہتے ہیں۔'' وہ کہتی ہے۔ ''ہر گھر میں کمرے ہوتے ہیں۔ تمام گھر مل کے ایک بڑا گھر بناتے ہیں۔ یہ بڑا گھر ہمارا ملک ہے۔ ہمارا آبائی وطن۔''

ایملی نقشے کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہے۔ ''یہ ہمارا آبائی وطن ہے۔'' اپنی انگلیوں کی

مدد سے وہ نقشے پر سیاہ نقطے تلاش کرتی ہے۔ ''یہ ہمارے آبائی وطن کے شہر ہیں۔'' ایملی کہتی ہے۔ ''شہر اِس بڑے گھر یعنی ہمارے ملک کے کمرے ہیں۔ ہمارے باپ اور ہماری مائیں ہمارے گھروں میں رہتی ہیں۔ وہ ہمارے والدین ہیں۔ ہر بچے کے اپنے والدین ہیں۔ جس طرح جس گھر میں ہم رہتے ہیں، اُس گھر کا باپ ہمارا باپ ہے، اُسی طرح کامریڈ نکولائے چاؤسسکی ہمارے ملک کے باپ ہیں۔ جس طرح جس گھر میں ہم رہتے ہیں، اُس گھر کی ماں ہماری ماں ہے، اُسی طرح کامریڈ ایلینا چاؤسسکی ہماری ماں ہیں۔ کامریڈ نکولائے چاؤسسکی تمام بچوں کے باپ ہیں، اور ایلینا چاؤسسکی تمام بچوں کی ماں ہیں۔ تمام بچے کامریڈ نکولائے چاؤسسکی اور کامریڈ ایلینا چاؤسسکی سے محبت کرتے ہیں کیوں کہ وہ اُن کے والدین ہیں۔''

صفائی کرنے والی عورت دروازے کے پاس ردّی کی ایک خالی ٹوکری چھوڑ جاتی ہے۔ ''ہمارے آبائی وطن کا نام سوشلسٹ ری پبلک آف رومانیہ ہے۔'' ایملی کہتی ہے۔ ''کامریڈ نکولائے چاؤسسکی ہمارے ملک سوشلست ری پبلک آف رومانیہ کے جنرل سیکریٹری ہیں۔''

ایک لڑکا کھڑا ہو جاتا ہے۔ ''میرے باپ کے پاس گھر میں ایک گلوب ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ وہ ہاتھوں سے گلوب کی شکل بناتا ہے۔ اُس کا ایک ہاتھ گُل دان سے ٹکراتا ہے۔ گُلِ لحمی پانی میں گرے پڑے ہیں۔ اُس کی شکرے والی قمیص گیلی ہو جاتی ہے۔

شیشے کے ٹکڑے اُس کے سامنے چھوٹی میز پر بکھرے ہوئے ہیں۔ وہ رو رہا ہے۔ ایملی چھوٹی میز کو اُس کے سامنے سے پرے دھکیل دیتی ہے۔ اُسے اُس لڑکے پر بالکل چیخنا چلّانا نہیں چاہیے۔ کلاڈیو کا باپ نکر والی قصاب کی دکان پر مینیجر ہے۔

اینکا اپنا چہرہ میز پر رکھ لیتی ہے۔ ''ہم گھر کب جا سکتے ہیں۔'' وہ رومانوی زبان میں پوچھتی ہے۔ جرمن بولنا اُسے مشکل لگتا ہے اِس لیے وہ اِس میں بات نہیں کرتی۔ اُوڈو چھت ڈال رہا ہے۔ ''میرے والد ہمارے گھر کے جنرل سیکریٹری ہیں۔'' وہ کہتا ہے۔

ایملی کیکر کے زرد پتوں کو دیکھتی ہے۔ بوڑھا آدمی کھلی کھڑکی میں سے باہر جھکا ہوا ہے جس طرح وہ روز کرتا ہے۔ ''ڈیٹمار سینما کے ٹکٹ خرید رہا ہے۔'' وہ سوچتی ہے۔

مقامی کالے مرد ایک سے دوسری طرف جاتے ہیں۔ اینکا گولیاں نگل لیتی ہے۔

ایملی کھڑکی کے چوکھٹے کے ساتھ ٹیک لگاتی ہے۔ ''کسی کو کوئی نظم یاد ہے۔'' وہ دریافت کرتی ہے۔

''میں ایک ایسے خطے کو جانتا ہوں جس میں پہاڑوں کی ایک قوس ہے/جن کی چوٹیوں پر صبح جلد روشن ہوتی ہے/جس کے جنگلوں میں سمندری لہروں کی طرح / بادِ بہاری تب تک چلتی ہے جب تک ہر پھول کھل نہ اُٹھے۔''

کلاڈیو جرمن زبان میں اچھی گفتگو کرتا ہے۔ کلاڈیو اپنا منہ اوپر اُٹھاتا ہے۔ کلاڈیو ایک سکڑے ہوئے بڑے آدمی کی آواز میں جرمن بولتا ہے۔

دس کا نوٹ

ساتھ والے گاؤں کی خانہ بدوش لڑکی اپنے گہرے سبز رنگ کے ایپرن کو نچوڑ رہی ہے۔ اُس کے ہاتھوں میں سے پانی نیچے گر رہا ہے۔ سر کے درمیان سے اُس کی چٹیا کندھے پر لٹک رہی ہے۔ ایک سرخ ربن اُس کے بالوں کو لپیٹے ہوئے ہے جو آخری سرے پر زبان کی طرح لٹک رہا ہے۔ چھوٹی خانہ بدوش لڑکی کیچڑ سے لت پت انگلیوں والے ننگے پیروں کے ساتھ ٹریکٹر ڈرائیوروں کے سامنے کھڑی ہے۔

ٹریکٹر ڈرائیوروں نے چھوٹے اور گیلے ہیٹ پہن رکھے ہیں۔ اُن کے کالے ہاتھ میز پر دھرے ہیں۔ ''مجھے دکھاؤ۔'' ایک کہتا ہے۔ ''میں تمھیں دس لی (Lei) دوں گا۔'' وہ میز پر دس کا نوٹ رکھ دیتا ہے۔ ٹریکٹر ڈرائیور قہقہہ لگاتے ہیں۔ اُن کی آنکھوں میں چمک اور چہرے سرخ ہیں۔ اُن کی نظریں پھول دار لمبے سایے کو ٹٹولتی ہیں۔ خانہ بدوش لڑکی اپنا سایا اُٹھاتی ہے۔ ٹریکٹر ڈرائیور اپنا گلاس خالی کر دیتا ہے۔ خانہ بدوش لڑکی میز پر سے نوٹ اُٹھا لیتی ہے۔ وہ چٹیا کو اپنی انگلی کے گرد لپیٹتی اور ہنستی ہے۔

وِنڈیچ ساتھ والی میز سے شراب اور پسینے کی بو کو سونگھ سکتا ہے۔ ''وہ پوری گرمیاں بھیڑ کی کھالیں پہنے رکھتے ہیں۔'' ترکھان کہتا ہے۔ اُس کے بئیر کے مگ سے جھاگ اُس کے انگوٹھوں کو چمٹ جاتا ہے۔ وہ اپنی شہادت کی انگلی کو گلاس میں ڈبوتا ہے۔ ''ہمارے قریب والا سؤر میری بئیر میں راکھ پھینک رہا ہے۔'' وہ اپنے پیچھے کھڑے رومانوی نژاد کو دیکھتا ہے جس کے منہ کے کونے میں سگریٹ دبا ہوا ہے۔ سگریٹ اُس کے تھوک سے گیلا ہے۔ وہ ہنستا ہے۔

''جرمن میں مزید گفتگو نہ کی جائے۔'' وہ کہتا ہے۔ اور پھر رومانوی میں کہتا ہے۔ ''یہ

رومانیہ ہے۔''

ترکھان کی نظریں حریص ہیں۔ وہ اپنا گلاس اُٹھا کے ایک ہی ڈِیک میں خالی کر دیتا ہے۔ ''تم جلد ہی ہم سے چھٹکارا پا جاؤ گے۔'' وہ چِلّا کر کہتا ہے۔ وہ مالک کو، جو ٹریکٹر ڈرائیوروں کی میز پر کھڑا ہے، اشارہ کرتا ہے۔ ''ایک اور بیئر۔'' وہ کہتا ہے۔

ترکھان ہاتھ کی پشت سے اپنا منہ صاف کرتا ہے۔ ''تمھاری مالی سے ملاقات ہوئی ہے؟'' وہ پوچھتا ہے۔

''نہیں۔'' وِنڈریچ کہتا ہے۔ ''تمھیں اُس کی رہائش کا پتا ہے؟'' ترکھان پوچھتا ہے۔ وِنڈریچ اثبات میں سر ہلاتا ہے۔ ''قصبے کے آخر میں۔'' ''فرٹیلیا میں، اینیچو گلی کے اندر۔'' ترکھان کہتا ہے۔

خانہ بدوش لڑکی اپنی چٹیا پر لگے ربن کی سرخ زبان کو کھینچتی ہے۔ وہ ہنستی ہوئی ایک دائرے میں گھومتی ہے۔ وِنڈریچ اُس کی رانیں دیکھتا ہے۔ ''کتنے؟'' وہ پوچھتا ہے۔

''پندرہ ہزار فی کس۔'' ترکھان کہتا ہے۔ وہ مالک کے ہاتھ سے بیئر کا گلاس لیتا ہے۔ ''ایک منزلہ عمارت۔ شیشے کا پودگھر بائیں طرف ہے۔ صحن میں اگر سرخ کار کھڑی ہے تو کھلا ہے۔ احاطے میں کوئی لکڑی کاٹ رہا ہوگا۔ وہ تمھیں گھر کے اندر لے جائے گا۔'' ترکھان کہتا ہے۔ ''گھنٹی مت بجانا۔ اگر گھنٹی بجائی تو لکڑ ہارا غائب ہو جائے گا۔ پھر وہ دروازہ نہیں کھولے گا۔''

سرائے کے کونے میں کھڑے مرد اور عورتیں ایک بوتل میں سے شراب پی رہے ہیں۔ ایک آدمی جس نے کالے رنگ کا مخملیں، شکن آلود ہیٹ پہن رکھا ہے، ایک بچے کو گود میں اُٹھائے ہوئے ہے۔ وِنڈریچ کو بچے کے چھوٹے چھوٹے پیروں کے ننگے تلوے نظر آتے ہیں۔ بچہ بوتل کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ وہ اپنا منہ کھولتا ہے۔ آدمی بوتل کی گردن اُس کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔ بچہ آنکھیں بند کر کے پیتا ہے۔ ''شرابی۔'' آدمی کہتا ہے۔ وہ بوتل واپس کھینچ لیتا ہے اور ہنستا ہے۔ اُس کے ساتھ کھڑی عورت روٹی کا اوپری حصہ کھا رہی

ہے۔ وہ چباتی ہے اور پیتی ہے۔ روٹی کے سفید ذرّے بوتل میں تیر رہے ہیں۔

''اِن میں سے سوّروں کے باڑے ایسی بدبو آرہی ہے۔'' ترکھان کہتا ہے۔ بُھورے رنگ کا ایک لمبا بال اُس کی انگلی سے لٹک رہا ہے۔

''اِن کا تعلق گوالوں سے ہے۔'' وِنڈسچ کہتا ہے۔

عورتیں گاتی ہیں۔ بچہ لڑکھڑاتے ہوئے اُن تک جاتا ہے اور اُن کے سایوں کو زور سے کھینچتا ہے۔

''آج تنخواہ کا دِن ہے۔'' وِنڈسچ بتاتا ہے۔ ''یہ تین دِن شراب پیتے ہیں۔ اِس کے بعد اِن کے پاس پیسے نہیں ہوتے۔''

''نیلے سرپوش والی گوالن مِل کے پیچھے رہتی ہے۔'' وِنڈسچ کہتا ہے۔

چھوٹی خانہ بدوش لڑکی اپنا سایا اُٹھاتی ہے۔ گورکن اپنے بیلچے کے پاس کھڑا ہے۔ وہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کے دس کا نوٹ دیتا ہے۔

نیلے رنگ کے سرپوش والی گوالن گانا گاتی ہے اور دیوار کے ساتھ قے کردیتی ہے۔

گولی

خاتون کنڈکٹر نے اپنی آستینیں چڑھائی ہوئی ہیں۔ وہ سیب کھا رہی ہے۔ اُس کی گھڑی پر چھوٹی سوئی جھٹکا کھاتی ہے۔ پانچ سے اوپر کا وقت گیا ہے۔ ٹرام کان پھاڑ دینے والی آواز نکالتی ہے۔

ایک بچہ ایملی کو ایک بوڑھی عورت کے اٹیچی کیس کے اوپر دھکیلتا ہے۔ ایملی تیز تیز چلتی ہے۔

ڈیٹمار پارک کے داخلے پر کھڑا ہے۔ اُس کا منہ ایملی کے گال پر تپ رہا ہے۔ ''ہمیں وقت مل گیا ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''ٹکٹ سات بجے کے لیے ہیں۔ پانچ بجے والے تمام ٹکٹ بک گئے ہیں۔''

بینچ ٹھنڈا ہے۔ پست قامت آدمی خشک پتوں سے بھری ہوئی بید کی ٹوکریاں اُٹھائے گھاس پر چل رہے ہیں۔

ڈیٹمار کی زبان گرم ہے۔ وہ ایملی کے کان کو جلا رہی ہے۔ ایملی آنکھیں بند کر لیتی ہے۔ اُس کی خیال میں ڈیٹمار کی سانس درختوں سے زیادہ بڑی ہے۔ اُس کی انگیا کے اندر اُس کا ہاتھ سرد ہے۔

ڈیٹمار اپنا منہ بھینچ لیتا ہے۔ ''مجھے فوج کا بلاوہ آ گیا ہے۔ میرا باپ میرا سوٹ کیس لایا ہے۔'' وہ کہتا ہے۔

ایملی اُس کا منہ اپنے کان سے پرے کرتی ہے۔ وہ اپنا ہاتھ سے اُس کے منہ پر رکھتی ہے۔ ''شہر کے اندر کسی جگہ چلو۔ مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔'' وہ کہتی ہے۔

ایملی ڈیٹمار سے لپٹ جاتی ہے۔ وہ اُس کے پیروں کو محسوس کرتی ہے۔ وہ اُس کے

جیکٹ میں ایسے گھس جاتی ہے جیسے اُسی کا ایک جز و ہو۔

دکان کی کھڑکی میں ایک بلی بیٹھی ہے۔ بلی سو رہی ہے۔ ڈیٹمار کھڑکی کا شیشہ کھٹکھٹاتا ہے۔ ''میں نے ابھی اُونی جرابوں کا ایک جوڑا بھی خریدنا ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ایملی ایک رول کھاتی ہے۔ ڈیٹمار دھوئیں کا ایک بادل اُس کے چہرے پر چھوڑتا ہے۔

''چلو! میں تمھیں اپنا بلوری گل دان دکھاؤں گی۔'' وہ کہتی ہے۔

رقاصہ اپنا بازو سر کے اوپر لے جاتی ہے۔ اُس کا سفید جھالر دار لباس کھڑکی کے شیشے کے پیچھے سے کسا ہوا نظر آتا ہے۔

ڈیٹمار دکان کے ایک طرف والا چوبی دروازہ کھولتا ہے۔ دروازے کے پیچھے ایک اندھیری راہداری ہے۔ تاریکی سڑی ہوئی پیاز کی بدبو جیسی ہے۔ دیوار کے ساتھ تین کُوڑے دان بڑے پیپوں کی طرح ایک قطار میں پڑے ہیں۔

ڈیٹمار ایملی کو کُوڑے دان کی طرف دھکیلتا ہے اور ڈھکن کھڑکھڑاتا ہے۔ ایملی ڈیٹمار کے عضو کے تناؤ کو اپنے پیٹ پر محسوس کرتی ہے۔ وہ اُس کے کندھوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھتی ہے۔ اندر صحن میں ایک بچہ باتیں کر رہا ہے۔

ڈیٹمار اپنی پتلون کے بٹن بند کرتا ہے۔ صحن کے پیچھے والی چھوٹی کھڑکی میں سے موسیقی کی آواز آ رہی ہے۔

ایملی قطار میں لگے جوتوں میں ڈیٹمار کے جوتوں کو آگے کی طرف کھسکتے ہوئے دیکھتی ہے۔ ایک ہاتھ ٹکٹوں کو پھاڑ کر آدھا کر دیتا ہے۔ مہمان دار کالا سرپوش اور کالا ہی لباس پہنے ہوئے ہے۔ وہ اپنی ٹارچ کو بجھا دیتی ہے۔ مکئی کے بھٹے ٹریکٹر کے پیچھے بندھے ہارویسٹر کی لمبی گردن میں سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ وقفہ ختم ہو گیا ہے۔

ڈیٹمار کا سر ایملی کے کاندھے پر ٹکا ہوا ہے۔ پردے پر سرخ الفاظ ظاہر ہوتے ہیں: ''بیسویں صدی کے بحری قزاق۔'' ایملی اپنا ہاتھ ڈیٹمار کے گھٹنے پر رکھتی ہے۔ ''ایک اور روسی فلم۔'' وہ سرگوشی کرتی ہے۔

ڈیٹمار اپنا سر اُٹھاتا ہے۔ ''کم از کم یہ رنگین تو ہے۔'' وہ اُس کے کان میں کہتا ہے۔

سبز پانی پر لہریں بنتی ہیں۔ ہرے بھرے جنگل ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ بحری جہاز کا عرشہ کشادہ ہے۔ ایک خوب صورت عورت نے بحری جہاز کے جنگلے کو تھام رکھا ہے۔ اُس کے بال پتوں کی طرح اُڑ رہے ہیں۔

ڈیٹمار ایملی کی انگلی اپنے ہاتھ میں زور سے دباتا ہے۔ وہ پردے کی طرف دیکھتا ہے۔ خوب صورت عورت بولتی ہے۔

''ہماری دوبارہ ملاقات نہیں ہوگی۔'' وہ کہتا ہے۔ ''مجھے فوج میں شامل ہونا ہے اور تم ہجرت کر رہی ہو۔'' ایملی ڈیٹمار کے گال کو دیکھتی ہے۔ وہ پہلو بدلتی ہے۔ وہ بولتی ہے۔

''میں نے سنا ہے کہ رُوڈی کو تمھارا انتظار ہے۔'' ڈیٹمار کہتا ہے۔

پردے پر ایک ہاتھ کھلتا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ جیکٹ کی جیب میں جاتا ہے۔ پردے پر ایک انگوٹھا اور ایک شہادت کی انگلی ہے۔ جن کے درمیان میں ایک ریوالور ہے۔

ڈیٹمار بات کر رہا ہے۔ اُس کی آواز کے پس منظر میں ایملی ایک گولی چلنے کی آواز سنتی ہے۔

پانی کو قرار نہیں

''اُلو زخمی ہے۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''جنازے والے دِن موسلا دار بارش اُلو کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔ اگر وہ آج چاند نہیں دیکھتا، وہ دوبارہ کبھی نہیں اُڑ پائے گا۔ اگر وہ مر گیا تو پانی بدبودار ہو جائے گا۔''

''اُلوؤں کو چین نہیں، پانی کو بھی قرار نہیں۔'' وِنڈ سچ کہتا ہے۔ ''اگر وہ مر گیا تو گاؤں میں کوئی اور اُلو آ جائے گا۔ ایک ایسا احمق جوان اُلو جسے کچھ خبر نہیں ہو گی۔ وہ کسی کی بھی چھت پر بیٹھ جائے گا۔''

رات کا چوکیدار چاند کی طرف دیکھتا ہے۔ ''پھر دوبارہ جوان لوگ مریں گے۔'' وہ کہتا ہے۔ وِنڈ سچ اُس کی بات میں چھپے سچ کو سمجھتا ہے۔

اُس کی آواز میں تھکاوٹ ہے۔ ''یہ پھر دوبارہ جنگ کے دنوں کی طرح ہی ہوگا۔''

''دلدل میں مینڈک ٹرارہے ہیں۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔

وہ کتے کو پاگل بنا دیتے ہیں۔

اندھا مرغ

وِنڈریچ کی بیوی پلنگ کی پٹی پر بیٹھی ہے۔ ''آج دو آدمی آئے تھے۔'' وہ کہتی ہے۔ ''اُنھوں نے مرغیاں گنیں اور اُن کا اندراج کیا۔ اُنھوں نے آٹھ مرغیاں پکڑیں اور اپنے ساتھ لے گئے۔ وہ اُنھیں تار والے پنجروں میں ڈال کر لے گئے ہیں۔ اُن کے ٹریکٹر کا ٹرالا مرغیوں سے بھرا ہوا تھا۔'' وِنڈریچ کی بیوی آہ بھرتی ہے۔ ''میں نے دستخط کر دیے۔'' وہ کہتی ہے۔ ''جو چار سو کلو مکئی اور سو کلو آلوؤں کے لیے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ وہ یہ چیزیں بعد میں لے جائیں گے۔ میں نے اُنھیں اُسی وقت پچاس انڈے دے دیے۔ وہ ربڑ کے بوٹوں سمیت باغ میں گئے۔ اُنھیں غلہ گودام کے سامنے چری دِکھائی دی۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمیں اگلے سال وہاں شکر قندی اُگانا ہوگی۔''

وِنڈریچ برتن کے اوپر سے ڈھکن اُٹھاتا ہے۔ ''ساتھ والوں کے ساتھ کیا ہوا؟'' وہ دریافت کرتا ہے۔ ''وہ اُدھر نہیں گئے۔'' وِنڈریچ کی بیوی بتاتی ہے۔ وہ بستر میں گھس کر اپنے آپ کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ''اُنھوں نے کہا کہ ہمارے ہمسایوں کے آٹھ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ہماری ایک ہی اولاد ہے جو کمائی کر رہی ہے۔''

برتن میں کلیجی اور خون ہے۔ ''مجھے بڑے سفید مرغے کو مارنا پڑا۔'' وِنڈریچ کی بیوی بتاتی ہے۔ ''دونوں آدمی صحن میں ادھر اُدھر بھاگے پھر رہے تھے۔ مرغا ڈر گیا۔ وہ اُڑتا ہوا باڑ کی طرف گیا اور اپنا سر اُس سے ٹکرانے لگا۔ جب وہ چلے گئے تو وہ اندھا ہو چکا تھا۔''

برتن میں چربی کے دائروں کے اوپر پیاز کے ٹکڑے تیز رہے ہیں۔ ''تم نے تو کہا تھا کہ ہم بڑا سفید مرغا رکھیں گے تاکہ اگلے سال ہمارے پاس بڑی بڑی سفید مرغیاں ہوں۔'' وِنڈریچ کہتا ہے۔

''اور تم نے کہا تھا کہ ہر سفید چیز بہت حساس ہوتی ہے۔ تم درست تھے۔'' وِنڈریچ کی بیوی کہتی ہے۔

الماری چرچراتی ہے۔

''جب میں مِل کی طرف جا رہا تھا تو جنگ کی یادگار کے پاس رک گیا۔'' وِنڈریچ اندھیرے میں بات کرتا ہے۔ ''میں گرجا گھر میں جا کے دعا مانگنا چاہتا تھا۔ وہاں تالا لگا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ یہ بدشگونی ہے۔ سینٹ انتھونی دروازے کے دوسری طرف ہیں۔ اُن کی ضخیم کتاب کا رنگ خاکی ہے۔ وہ پاسپورٹ جیسی ہے۔''

کمرے کی گرم اور تاریک فضا میں وِنڈریچ خواب دیکھتا ہے کہ آسمان کھل گیا ہے۔ بادل گاؤں کے اوپر سے اُڑ جاتے ہیں۔ ایک سفید مرغ خالی آسمان میں اُڑتا ہے۔ وہ چراگاہ میں بے برگ پوپلر کے ساتھ اپنا سر ٹکراتا ہے۔ وہ دیکھ نہیں سکتا، وہ نابینا ہے۔ وِنڈریچ سورج مکھی کے کھیت کے کنارے پر کھڑا ہے۔ وہ پکارتا ہے۔ ''پرندہ اندھا ہے۔'' اُس کی آواز کی گونج اُس کی بیوی کی آواز کی صُورت میں پلٹتی ہے۔ وِنڈریچ سورج مکھی کے کھیت کے اندر دُور تک جاتا ہے اور چیخ کر کہتا ہے۔ ''مجھے تمھاری تلاش نہیں کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ تم یہاں نہیں ہو۔''

سرخ کار

چوبی جھونپڑی سیاہ رنگ کا مربع ہے۔ٹین کے پائپ میں سے دھواں باہر کی طرف نکل رہا ہے،وہ سیلن زدہ زمین میں رینگتا ہوا جارہا ہے۔جھونپڑی کے اندر ایک آدمی نیلی عبا پہنے بنچ پر بیٹھا ہوا ہے۔میز پر ایک جستی پیالہ رکھا ہے،جس میں سے دھواں نکل رہا ہے۔ آدمی کی نگاہیں وِنڈریچ کا پیچھا کرتی ہیں۔

مین ہول کا ڈھکنا ایک طرف ہٹا دیا گیا ہے۔ایک آدمی بدرو میں کھڑا ہے۔وِنڈریچ زمین کی سطح کے اوپر اُس کا پیلے ہیلمٹ والا سر دیکھتا ہے۔وِنڈریچ آدمی کی ٹھوڑی کے پاس سے گزر جاتا ہے۔آدمی کی نظریں اُس کا تعاقب کرتی ہیں۔

وِنڈریچ کوٹ کی جیب میں اپنے ہاتھ ڈالتا ہے۔وہ جیب کے اندر نوٹوں کی گڈی کو محسوس کرتا ہے۔

شیشے کے پودگھر صحن کے بائیں طرف ہیں۔شیشے دھندلے ہیں۔دھند ٹہنیوں کو نگل چکی ہے۔بخارات میں گلاب دہکتی ہوئی سرخ آگ ہیں۔سرخ کار صحن کے وسط میں کھڑی ہے۔کار کے ایک طرف لکڑی کی گیلیاں پڑی ہیں۔پھاڑی ہوئی لکڑی گھر کی دیوار کے ساتھ ڈھیر کی گئی ہے۔کلہاڑا کار کے پاس پڑا ہے۔

وِنڈریچ آہستہ آہستہ چلتا ہے۔وہ اپنے کوٹ کی جیب میں ٹرام کے ٹکٹ کو مسلتا ہے۔وہ گیلے کولتار کو اپنے بوٹوں کے اندر سے محسوس کرتا ہے۔

وِنڈریچ چاروں طرف دیکھتا ہے۔لکڑہارا صحن میں نہیں ہے۔پیلے ہیلمٹ والا سر وِنڈریچ کی طرف دیکھتا ہے۔

باڑ ختم ہو جاتی ہے۔وِنڈریچ کو اگلے گھر میں سے آتی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔باغیچے

میں لگا بڑا اوا ہائڈ رنجا کی جھاڑی کو کھینچ رہا ہے۔ وہ سرخ ٹوپی پہنے ہوئے ہے۔ برف کی طرح سفید کتا ایک ہی دائرے میں بھاگتے ہوئے بھونک رہا ہے۔ وِنڈ یچ گلی میں دور تک دیکھتا ہے۔ خالی جگہوں میں جنگلے لگے ہوئے ہیں۔ جنگلوں کے درمیان میں گھاس اُگی ہوئی ہے۔ گھاس کی پتیاں تیل کی وجہ سے کالی اور ٹراموں کی کھڑکھڑاہٹ اور چیختی چنگھاڑتی ریل گاڑیوں کی وجہ سے جھکی ہوئی ہیں۔

وِنڈ یچ مڑتا ہے۔ پیلا ہیلمٹ بدرو میں غوطہ لگا جاتا ہے۔ نیلی عبا والا برش کو چھپر کی دیوار کے ساتھ رکھتا ہے۔ باغ والے بڈاوے نے سبز رنگ کا اپرن پہنا ہوا ہے۔ ہائڈ رنجا کی جھاڑی کے پتے کانپتے ہیں۔ برف جیسا سفید کتا خاموشی سے باڑ کے پاس کھڑا ہے۔ برف جیسے سفید کتے کی نظر وِنڈ یچ کا تعاقب کرتی ہے۔

جھونپڑی کے جستی پائپ میں سے دھواں لہراتے ہوئے اوپر کی طرف اُٹھتا ہے۔ نیلی عبا والا آدمی چھپر کے اِردگرد کے کیچڑ کو صاف کرتا ہے۔ اُس کی نظریں وِنڈ یچ کا پیچھا کرتی ہیں۔

•

گھر کی کھڑکیاں بند ہیں۔ سفید پردے اُسے اندھا کیے دیتے ہیں۔ باڑ کے اُوپر خاردار تار کی دو قطاریں زنگ آلود کنڈوں کے بیچ پھیلی ہوئی ہیں۔ لکڑی کے ذخیرے کے سِرے سفید ہیں۔ اُنھیں تازہ تازہ کاٹا گیا ہے۔ کلہاڑے کا پھل چمک رہا ہے۔ سرخ کار صحن کے درمیان کھڑی ہے۔ دھند کے بخارات میں گلاب کھلے ہوئے ہیں۔

وِنڈ یچ پہلے ہیلمٹ والے آدمی کی ٹھوڑی کے پاس سے دوبارہ گزرتا ہے۔

خاردار تار اختتام پذیر ہوتی ہے۔ نیلی عبا والا آدمی جھونپڑی میں بیٹھا ہوا ہے۔ وہ وِنڈ یچ کا اپنی نظر سے تعاقب کرتا ہے۔

وِنڈ یچ واپس مڑتا ہے اور پھاٹک کے پاس کھڑا ہو جاتا ہے۔

وِنڈ یچ اپنا منہ کھولتا ہے۔ پیلے ہیلمٹ والا سرزمین کے اوپر ہے۔ وِنڈ یچ کانپ اُٹھتا ہے۔ اُس کے منہ میں زبان نہیں ہے۔

ٹرام گڑگڑاتے ہوئے گزرتی ہے۔ اُس کی کھڑکیوں پر بخارات ہیں۔ کنڈکٹر وِنڈریچ کو دیکھے جاتا ہے۔

دروازے کے چوکھٹے پر گھنٹی لگی ہوئی ہے جس پر سفید رنگ کا انگلی کا سرا بنا ہوا ہے۔ وِنڈریچ اُسے دباتا ہے۔ وہ اُس کی انگلی میں بجتی ہے۔ وہ صحن میں بجتی ہے۔ وہ دور کہیں گھر کے اندر بجتی ہے۔ دیواروں کے دوسری طرف دور اُس کی آواز گھٹی گھٹی ہے جیسے مدفون ہو۔ وِنڈریچ انگلی کے سفید سرے کو پندرہ مرتبہ دباتا ہے۔ وِنڈریچ شمار کرتا ہے۔ اُس کی انگلی کے اندر کی تیکھی آواز، صحن کی اونچی آواز، گھر میں دفن آواز ایک دوسرے میں مدغم ہو رہی ہیں۔

مالی شیشے، باڑ اور دیواروں میں دفن ہے۔

نیلی عبا والا آدمی جستی پیالے کو دھوتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے۔ وِنڈریچ پیلے ہیلمٹ والے آدمی کی ٹھوڑی کے پاس سے گزرتا ہے۔ وِنڈریچ جیبوں میں پیسے لیے پٹڑی کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔

وِنڈریچ کے پاؤں تارکول کی وجہ سے چھلے ہوئے ہیں۔

خفیہ لفظ

وِنڈریچ بائیسکل پر گھر جاتا ہے۔ دوپہر گاؤں سے بڑی ہے۔ سورج اپنے راستے کو جھلسا رہا ہے۔ گڑھا خشک اور ٹوٹا ہوا ہے۔

وِنڈریچ کی بیوی صحن میں جھاڑو دے رہی ہے۔ ریت اُس کے پیروں کے گرد پانی کی طرح پڑی ہوئی ہے۔ جھاڑو کے گرد لہریں خاموش ہیں۔ "ابھی خزاں نہیں آئی اور کیکر پیلا پڑنا شروع ہو گئی ہے۔" وِنڈریچ کی بیوی کہتی ہے۔

وِنڈریچ قمیص کے بٹن کھولتا ہے۔ "اِس سال سردی زیادہ پڑے گی۔" وہ کہتا ہے۔ "اِس لیے درخت گرمیوں میں ہی پیلے پڑنا شروع ہو گئے۔"

مرغیاں اپنے سر پروں کے نیچے موڑتی ہیں۔ وہ اپنی چونچوں سے اپنے ہی سائے ڈھونڈ رہی ہیں جو ٹھنڈک نہیں پہنچا رہے۔

باڑ کے پیچھے ہمسائے کے چیتل سؤر جنگلی گاجروں کو کھا رہے ہیں۔ وِنڈریچ تار کے بیچ میں سے دیکھتا ہے۔ "وہ سؤروں کو کھانے کو کچھ نہیں دیتے۔" وہ کہتا ہے۔ "اِن ولاخیوں کو معلوم ہی نہیں کہ سؤروں کو کیسے کھلایا پلایا جاتا ہے۔"

وِنڈریچ کی بیوی جھاڑو کو اپنے پیٹ پر تھامتی ہے۔ "اُنھیں نکیل ڈالنے چاہئیں۔" وہ کہتی ہے۔ "ورنہ سردیوں کے آنے تک وہ گھر ہی کھود دیں گے۔"

وِنڈریچ کی بیوی جھاڑو کو گودام میں لے جاتی ہے۔ "ڈاک والی عورت آئی تھی۔" وہ بتاتی ہے۔ "اُس نے ڈکار لیے اور اُس سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ اُس نے بتایا کہ پولیس کا رضا کار آٹے کے لیے تمھارا شکریہ کر رہا تھا اور ایملی کو پیشی کے لیے اتوار کی صبح کو جانا

چاہیے۔اُسے اپنے ہمراہ ایک درخواست اور ساٹھ کی مالیت کے مالیانے والے ٹکٹ لے کر جانے ہوں گے۔''

وِنڈریچ اپنے ہونٹ کاٹتا ہے۔ اُس کا منہ چہرے اور ماتھے تک پھیل جاتا ہے۔ ''شکریے کا کیا فائدہ؟'' وہ کہتا ہے۔

وِنڈریچ کی بیوی اپنا سر اُٹھاتی ہے۔''میں جانتی تھی۔'' وہ کہتی ہے۔''تمھیں اپنے آٹے کے ساتھ زیادہ کامیابی نہیں ہوگی۔''

''ناقابلِ یقین!'' وِنڈریچ صحن میں بلند آواز میں کہتا ہے۔''میری بیٹی کو گدا بننا ہوگا۔'' وہ زمین پر تھوکتا ہے۔''یہ نفرت انگیز، باعثِ شرم ہے۔''اُس کی ٹھوڑی پر تھوک کا ایک قطرہ لگا ہوا ہے۔

''یہ 'نفرت انگیز' والی سوچ کسی کام کی نہیں۔'' وِنڈریچ کی بیوی کہتی ہے۔ اُس کے گالوں کی ہڈیاں دو سرخ پتھر ہیں۔''اب یہ شرم کا سوال نہیں رہا۔'' وہ کہتی ہے۔''اب یہ پاسپورٹ کا سوال ہے۔''

وِنڈریچ دھڑام سے دروازہ بند کرتا ہے۔''تمھیں تو معلوم ہونا چاہیے۔'' وہ چیختا ہے۔ ''تمھیں رُوس کے دنوں سے ہی سب معلوم ہونا چاہیے۔اُس وقت تمھیں کبھی شرم نہیں آئی۔''

''سؤر۔'' وہ چیختی ہے۔ گودام کا دروازہ کھلتا اور بند ہوتا ہے جیسے جنگل میں ہوا چل رہی ہو۔ وِنڈریچ کی بیوی انگلیوں کے کونوں سے اپنا منہ تلاش کرتی ہے۔''پولیس رضا کار کو جب پتا چلے گا کہ ہماری ایملی ابھی کنواری ہے تو وہ کچھ نہیں کرے گا۔''

وِنڈریچ ہنستا ہے۔''جس طرح تم جنگ کے بعد گرجا گھر کے صحن میں کنواری تھیں۔'' وہ کہتا ہے۔''روس میں لوگ بھوک سے مر رہے تھے اور تم اپنا جسم بیچ کے مزے سے بسر کر رہی تھیں۔اور اگر میں تمھارے ساتھ شادی نہ کرتا تو تم جنگ کے بعد بھی دھندا جاری رکھتیں۔''

وِنڈریچ کی بیوی اپنا منہ کھولتی ہے۔ وہ اپنا ہاتھ اوپر اُٹھاتی ہے۔ وہ اپنی شہادت کی انگلی کو فضا میں بلند کرتی ہے۔''تم ہر ایک کو بدکار ثابت کرتے ہو۔'' وہ چلاّتی ہے۔''کیوں کہ تم

خود نیک نہیں ہو اور تمھارا ذہنی توازن بھی صحیح نہیں۔'' وہ ریت پر چلتی ہے۔اُس کی ایڑیاں زخموں کے نشانوں سے بھری ہوئی ہیں۔

وِنڈریچ اُس کی ایڑیوں کا تعاقب کرتا ہے۔وہ برآمدے میں رکتی ہے۔وہ اپنا ایپرن اُٹھا کر خالی میز کو اُس سے صاف کرتی ہے۔''مالی کے ہاں تم نے کچھ غلط کیا۔'' وہ کہتی ہے۔ ''سب کو اندر جانے دیا جاتا ہے۔سب اپنے پاسپورٹ کے لیے اُس سے ملاقات کر لیتے ہیں۔سوائے تمھارے کیوں کہ تم نہایت چالاک اور دیانت دار ہو۔''

وِنڈریچ بڑے کمرے میں جاتا ہے۔ریفریجریٹر کی گونج سنائی دیتی ہے۔''تمام دِن بجلی نہیں تھی جس کی وجہ سے ریفریجریٹر کی ٹھنڈک ختم ہوگئی۔'' وِنڈریچ کی بیوی کہتی ہے۔''اگر یہی ہوتا رہا تو گوشت خراب ہو جائے گا۔''

ریفریجریٹر کے اوپر ایک لفافہ پڑا ہوا ہے۔''ڈاک والی عورت یہ خط لائی تھی۔'' وِنڈریچ کی بیوی کہتی ہے۔''پوستین فروش کی طرف سے آیا ہے۔''

وِنڈریچ خط پڑھتا ہے۔''خط میں رُوڈی کا کوئی ذکر نہیں۔'' وہ کہتا ہے۔''وہ واپس سینا ٹوریم میں چلا گیا ہوگا۔'' وِنڈریچ کی بیوی صحن میں دیکھتی ہے۔''اُس نے ایملی کو سلام بھیجا ہے۔وہ خود اُسے خط کیوں نہیں لکھتا؟''

''اُس نے یہ فقرہ یہاں لکھا ہے۔'' وِنڈریچ کہتا ہے۔''یہ والا فقرہ جس کے ساتھ پی ایس (PS) لگا ہے۔'' وِنڈریچ خط ریفریجریٹر پر رکھ دیتا ہے۔

''پی ایس کا کیا مطلب ہے؟'' وِنڈریچ کی بیوی پوچھتی ہے۔

وِنڈریچ کندھے جھٹکتا ہے۔''یہ کوئی خفیہ لفظ ہوگا۔''

وِنڈریچ کی بیوی دروازے میں کھڑی ہو جاتی ہے۔''جب بچے پڑھ لکھ جائیں تو یہی ہوتا ہے۔'' وہ آہ بھرتی ہے۔

وِنڈریچ صحن میں کھڑا ہے۔بلی روش کے پتھروں پر لیٹی ہوئی ہے۔وہ سو رہی ہے۔وہ دھوپ میں پڑی ہے۔اُس کا منہ مرچکا ہے۔کھال کے نیچے اُس کا پیٹ کمزور سانسیں لیتا ہے۔

وِنڈریچ پوستین فروش کے گھر کی طرف دیکھتا ہے جس پر دوپہر کی روشنی پڑ رہی ہے۔ سورج اُسے زردی مائل چمک دیتا ہے۔

ا۔ Wallachian: رومانیہ کے باسیوں کے لیے جرمنوں اور ماگیار (Magyar) والوں کی ایک تحقیر آمیز اصطلاح جو رومانیہ کے صوبے ولاخیا سے اخذ کی گئی ہے۔

دعا گھر

''پوستین فروش کا گھر ولا خیائی بپتستوں کا عبادت گھر بننے والا ہے۔'' رات کا چوکیدار مِل کے سامنے وِنڈ پچ کو بتاتا ہے۔ ''وہ چھوٹے ہیٹوں والے بپتست ہیں۔ وہ جب دُعا کرتے ہیں تو غرّاتے ہیں۔ اُن کی عورتیں مناجات گاتے وقت سسکیاں بھرتی ہیں جیسے وہ بستر میں ہوں۔ اُن کی آنکھیں بڑی بڑی ہیں، میرے کتے کی آنکھوں جیسی۔''

رات کا چوکیدار سرگوشی کر رہا ہے گو اُس وقت تالاب کے کنارے صرف وِنڈ پچ اور اُس کا اپنا کتا ہے۔ وہ رات میں دیکھ رہا ہے کہ کسی طرف سے کوئی سایہ باتیں سننے کے لیے نہ آجائے۔ ''وہ سب بھائی اور بہنیں ہیں۔'' وہ کہتا ہے۔ ''اپنے تہواروں پر وہ جوڑے بن جاتے ہیں، اُس کے ساتھ جو اندھیرے میں جس کے ہاتھ لگے۔''

رات کا چوکیدار پانی کے ایک چوہے کا اپنی نگاہوں سے تعاقب کرتا ہے۔ چوہا بچے کی آواز میں چیختا ہے اور نرسل میں بھاگ جاتا ہے۔ کتا رات کے چوکیدار کی سرگوشی نہیں سنتا۔ وہ تالاب کے کنارے پر کھڑا ہو کے چوہے پر بھونکتا ہے۔

''دُعا گھر میں وہ یہ کام قالین پر کرتے ہیں۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''اِسی لیے اُن کے اتنے بچے ہیں۔''

وِنڈ پچ کو اپنی ناک میں تالاب کے پانی اور رات کے چوکیدار کی سرگوشی کی وجہ سے چھینک کا احساس ہوتا ہے۔ وِنڈ پچ کی زبان میں چھید ہے جس کی وجہ سے تعجب انگیزی اور خاموشی ہے۔

''یہ مذہب امریکہ سے آیا ہے۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ وِنڈ پچ اپنی چھینک میں سے سانس لیتا ہے۔ ''وہ سمندر پار ہے۔''

''شیطان سمندر بھی پار کر لیتا ہے۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''اُن کے جسموں میں شیطان ہے۔ میرا کتا بھی اُنھیں برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ اُن پر بھونکتا ہے۔ کتے شیطان کو سونگھ سکتے ہیں۔''

وِنڈریچ کی زبان کا چھید آہستہ آہستہ بھرتا ہے۔ ''پوستین فروش ہمیشہ بتایا کرتا تھا کہ۔'' وہ کہتا ہے۔ ''یہودی امریکہ کو چلا رہے ہیں۔''

''ہاں۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''یہودی دنیا کی تباہی ہیں؛ یہودی اور عورتیں۔''

وِنڈریچ سر ہلاتا ہے۔ وہ ایملی کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ ''ہر ہفتے کو جب وہ گھر آتی ہے۔'' وہ سوچتا ہے۔ ''مجھے دیکھنا ہوگا کہ چلتے میں اُس کے باہر کی طرف کیسے نکلے ہوتے ہیں۔''

رات کا چوکیدار تیسرا سبز سیب کھاتا ہے۔ اُس کی جیکٹ کی جیب سبز سیبوں سے بھری ہوئی ہے۔ ''جرمنی کی عورتوں کے بارے میں یہ بات درست ہے۔'' وِنڈریچ کہتا ہے۔ ''پوستین فروش نے یہی لکھا ہے۔ یہاں کی سب سے بدکار وہاں کی سب سے نیکوکار سے بہتر ہے۔''

وِنڈریچ بادلوں کو دیکھتا ہے۔ ''وہاں عورتیں جدید ترین فیشن کو اپناتی ہیں۔ اگر اُن کے بس میں ہو تو وہ سڑکوں پر عریاں گھومیں۔'' وہ کہتا ہے۔ ''پوستین فروش کہتا ہے کہ حد یہ کہ بچے تک برہنہ عورتوں والے رسالے پڑھتے ہیں۔''

رات کا چوکیدار جیب میں پڑے سیبوں کو اُلٹتا پلٹتا ہے۔ وہ منہ میں ڈالے ہوئے سیب کے ٹکڑے کو تھوکتا ہے۔ ''بارش کے طوفان کے بعد سیبوں میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔''

کتا تھوکے ہوئے سیب کو کھاتا ہے۔ وہ کیڑے کو کھاتا ہے۔

''گرمیوں کے اِس موسم میں کوئی خرابی ہے۔'' وِنڈریچ کہتا ہے۔ ''میری بیوی روزانہ گھر میں جھاڑو دیتی ہے۔ کیکر مرجھا رہے ہیں۔ ہمارے صحن میں تو اب کوئی درخت نہیں بچا۔ ولاخیوں کے گھر میں تین ہیں۔ اُن کے پتے ابھی تک جھڑے نہیں ہیں۔ ہمارے گھر میں روزانہ دس درختوں کے پتوں جتنے ہوتے ہیں۔ میری بیوی کے علم میں نہیں کہ سب پتے

کہاں سے آتے ہیں۔ ہمارے صحن میں کبھی اتنے خشک پتے نہیں آئے تھے۔''

''انھیں ہوالاتی ہے۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ وِنڈ بیچ مِل کے دروازے کوتالا لگاتا ہے۔

''ہوا بالکل بند ہے۔'' وہ کہتا ہے۔

رات کا چوکیدار فضاء میں انگلی کھڑی کرتا ہے۔ ''ہوا ہمیشہ ہوتی ہے چاہے اُسے کوئی محسوس کرے یا نہ کرے۔''

''جرمنی میں بھی سال کے وسط میں جنگل سوکھ رہے ہیں۔'' وِنڈ بیچ کہتا ہے۔

''پوستین فروش نے ہمیں یہ بتایا ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ وہ بسیط اور جھکے ہوئے آسمان کو دیکھتا ہے۔ ''وہ سٹٹگرڈ میں آباد ہو گئے ہیں۔ رُوڈی کسی دوسرے شہر میں ہے۔ پوستین فروش نے شہر کا نام نہیں لکھا۔ پوستین فروش اور اُس کی بیوی کو امداد کے طور پر ایک فلیٹ دیا گیا ہے جس کے تین کمرے ہیں۔ اُن کے پاس ایک باورچی خانہ، کھانے کا کمرہ اور آئینے کی دیواروں والا غسل خانہ ہے۔''

رات کا چوکیدار قہقہہ لگاتا ہے۔ ''جس عمر میں وہ ہیں، وہ اب بھی اپنے آپ کو آئینے میں بے لباس دیکھ کر لطف اُٹھاتے ہیں۔'' رات کا چوکیدا کہتا ہے۔

''کسی امیر ہمسائے نے اُنھیں فرنیچر دے دیا ہے اور ٹیلی ویژن سیٹ بھی۔ اُن کے ساتھ والی ہمسائی ایسی عورت ہے جو اکیلی رہتی ہے۔ پوستین فروش کہتا ہے کہ وہ ایک نازک سی عورت ہے جو گوشت بالکل نہیں کھاتی۔ وہ کہتی ہے کہ یہی اُس کی موت کا سبب ہوگا۔''

''اُنھیں یہ سب کچھ بہت آسانی سے مل گیا۔ ایک بار رومانیہ آئیں تو سب کچھ کھائیں گے۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔

''پوستین فروش کو کافی اچھی پینشن مل رہی ہے۔'' وِنڈ بیچ کہتا ہے۔ ''اُس کی بیوی بوڑھوں کے ایک ہاسٹل میں صفائی کا کام کرتی ہے۔ وہاں اچھا کھانا ملتا ہے۔ جب کسی بُوڑھے کی سالگرہ ہو تو رقص بھی کیا جاتا ہے۔''

رات کا چوکیدار قہقہہ لگاتا ہے۔ ''ایسی زندگی میرے لیے موزوں ہے۔'' وہ کہتا ہے۔

''اچھا کھانا اور کچھ جوان عورتیں۔''

وہ اپنے سیب کی اندرونی گانٹھ میں دانت گاڑتا ہے۔سفید بیج اُس کے کوٹ پر گرتا ہے۔ ''مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔'' وہ کہتا ہے۔ ''میں ابھی تک فیصلہ نہیں کر سکا کہ مجھے درخواست دینا چاہیے یا نہیں۔''

وِنڈ بیچ ،رات کے چوکیدار کے چہرے پر وقت رکا ہوا دیکھتا ہے۔وِنڈ بیچ رات کے چوکیدار کے گالوں پر اختتام دیکھتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ رات کا چوکیدار وہاں اختتام کے بعد تک موجود رہے گا۔

وِنڈ بیچ گھاس کو دیکھتا ہے۔اُس کے جوتے آٹے کی وجہ سے سفید ہیں۔ ''ایک بار جب شروع ہو جائیں تو۔'' وہ کہتا ہے۔ ''پھر معاملات رکتے نہیں۔''

رات کا چوکیدار آہ بھرتا ہے۔ ''اکیلے آدمی کی زندگی مشکل ہوتی ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''یہ ایک طویل سفر ہے اور ہم سدا جوان نہیں رہیں گے۔''

وِنڈ بیچ اپنی ٹانگ پر ہاتھ رکھتا ہے۔اُس کا ہاتھ ٹھنڈا اور ٹانگ گرم ہے۔ ''یہاں حالات بگڑتے جا رہے ہیں۔'' وہ کہتا ہے۔ ''وہ ہماری مرغیاں اور انڈے تک لے کر جا رہے ہیں۔ ہماری مکئی ابھی پکتی نہیں کہ وہ لے جاتے ہیں۔ وہ تمھارا گھر اور بچت بھی لے جائیں گے۔''

چاند پورا ہے۔وِنڈ بیچ چوہوں کے پانی میں جانے کی آوازیں سن سکتا ہے۔ ''میں ہوا کو محسوس کرتا ہوں۔'' وہ کہتا ہے۔ ''میری ٹانگوں کی گلٹیاں درد کر رہی ہیں۔ جلد ہی بارش ضرور ہوگی۔''

کتا بھوسے کے ڈھیر کے پاس کھڑا ہے اور بھونک رہا ہے۔ ''وادی سے آنے والی ہوا بارش نہیں لاتی۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''وہ صرف گرد اور بادل لاتی ہے۔''

''شاید طوفان آنے والا ہے جو ایک بار پھر پھل نیچے گرا دے گا۔'' وِنڈ بیچ کہتا ہے۔

چاند کے اوپر سرخ بادل ہے۔

''اور رُوڈی کی کیا خبر ہے؟'' رات کا چوکیدار دریافت کرتا ہے۔

''وہ آرام کر رہا ہے۔'' وِنڈریچ کہتا ہے۔ وہ جھوٹ کو اپنے گالوں کی جلن محسوس کر سکتا ہے۔ ''جرمنی میں شیشے یہاں کی طرح نہیں ہیں۔ پوستین فروش لکھتا ہے کہ ہمیں اپنے بلور ساتھ لانا چاہئیں۔ اپنے مٹی کے برتن اور تکیوں کے لیے پر بھی لانے چاہئیں۔ ہمیں میز پوش اور زیر جامے لے کے جانے کی ضرورت نہیں کہ وہ وہاں کافی مقدار میں مل جاتے ہیں۔ پشم وہاں بہت مہنگی ہے، پشم اور چشمے۔''

وِنڈریچ گھاس کی ایک پتی چباتا ہے۔ ''آغاز اتنا آسان نہیں۔''

وِنڈریچ گھاس کی پتی کو شہادت کی انگلی کے گرد لپیٹتا ہے۔ ''پوستین فروش اپنے خط میں بتاتا ہے کہ ایک بات ناقابلِ یقین ہے۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس سے ہم جنگ کے دنوں سے واقف ہیں اور وہ ہے وطن کا ہُڑکا۔''

رات کا چوکیدار سیب اپنے ہاتھ میں تھامتا ہے۔ ''مجھے وطن کا ہُڑکا نہیں لگے گا۔'' وہ کہتا ہے۔ ''کیوں کہ ہم وہاں جرمنوں کے ساتھ ہوں گے۔''

وِنڈریچ گھاس کی پتی کو گانٹھیں دیتا ہے۔ ''پوستین فروش کہتا ہے کہ یہاں سے وہاں غیر ملکی زیادہ ہیں۔ وہاں ترک اور حبشی ہیں جن کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔'' وہ بتاتا ہے۔

وِنڈریچ گھاس کی پتی کو دانتوں میں پھیرتا ہے۔ گھاس کی پتی ٹھنڈی ہے۔ اُس کے مسوڑھے ٹھنڈے ہو گئے ہیں۔ ونڈسک آسمان کو اپنے منہ میں لیتا ہے، ہوا اور رات کے آسمان کو۔ گھاس کی پتی کے اُس کے دانتوں کے نیچے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

گوبھی کی سفید تتلی

ایملی آئینے کے سامنے کھڑی ہے۔ اُس کے ہونٹ گلابی ہیں۔ ایملی کی ناف کے نیچے سفید جالی کے دھاگوں کے سرے دِکھائی دیتے ہیں۔ وِنڈ ہیچ جالی کے اندر سے ایملی کے گھٹنوں کے اوپر کی جلد کو دیکھتا ہے۔ ایملی کے گھٹنوں کے اوپر بالوں کے رُوئیں ہیں۔ اُس کا گھٹنا سفید اور گول ہے۔ وِنڈ ہیچ ایک بار پھر آئینے میں ایملی کے گھٹنے کو دیکھتا ہے۔ وہ جالی کے سوراخوں کو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے دیکھتا ہے۔

کی بیوی کی نظریں آئینے میں ہیں۔ وِنڈ ہیچ کی پلکوں کے تیزی سے پھڑکتے ہوئے کنارے اُس کی کنپٹیوں سے ٹکرا رہے ہیں۔ وِنڈ ہیچ کی بیوی کی آنکھ کے کنارے ایک سرخ نس پھول کر اُس کی پلکوں کے سِروں کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔ ایک ریزہ وِنڈ ہیچ کی بیوی کی آنکھ کی پتلی کے اندر چلا جاتا ہے۔

کھڑکی کھلی ہے۔ کھڑکی کے شیشے میں سیب کے پتوں کا عکس نظر آ رہا ہے۔

وِنڈ ہیچ کے ہونٹ جل رہے ہیں۔ وہ کچھ کہہ رہے ہیں۔

لیکن وہ اپنے ساتھ باتیں کر رہا ہے اور دیواروں کے ساتھ۔ وہ یہ باتیں اپنے دماغ میں ہی کر رہا ہے۔

''وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہے۔'' وِنڈ ہیچ کی بیوی آئینے میں دیکھتے ہوئے کہتی ہے۔

گوبھی کے پتے کھانے والی سفید تتلی کھڑکی میں سے کمرے میں آتی ہے۔ وِنڈ ہیچ اپنی نگاہوں سے اُس کا تعاقب کرتا ہے۔ اُس کی پرواز آٹا اور ہوا ہے۔

وِنڈ ہیچ کی بیوی آئینے کے قریب جاتی ہے۔ وہ اپنی موٹی انگلیوں سے ایملی کے

کندھے پر لباس کی ڈوری کو سیدھا کرتی ہے۔

گوبھی کی سفید تتلی ایملی کے کنگھے پر پر پھڑ پھڑاتی ہے۔ایملی بازو لمبا کر کے بالوں میں کنگھا پھیرتی ہے۔وہ آٹا لگی سفید تتلی کو پھونک مار کے پرے کرتی ہے۔وہ آئینے پر بیٹھتی ہے۔وہ ایملی کے پیٹ کے سامنے شیشے پر لڑکھڑاتی ہے۔

وِنڈریچ کی بیوی اپنی انگلی کا سِرا شیشے پر دباتی ہے۔وہ گوبھی کی سفید تتلی کو شیشے پر مسل دیتی ہے۔

ایملی اپنی بغلوں میں دو پھواروں کا چھڑکاؤ کرتی ہے۔پھوہار اُس کے بازوؤں کے نیچے سے ہوتا ہوا ڈوری تک جاتی ہے۔چھڑکاؤ والے ڈبے کا رنگ کالا ہے۔ڈبے پر چمکتے ہوئے سبز لفظوں میں آئرش سپرنگ لکھا ہوا ہے۔

وِنڈریچ کی بیوی کرسی کی ٹیک پر سرخ لباس لٹکاتی ہے۔وہ اونچی ایڑی اور باریک تسموں والے سینڈلوں کا جوڑا کرسی کے نیچے رکھتی ہے۔ایملی اپنا ہینڈ بیگ کھولتی ہے۔وہ انگلیوں کے کونوں سے آنکھوں میں مسکارا لگاتی ہے۔''زیادہ نہیں۔'' وِنڈریچ کی بیوی کہتی ہے۔''ورنہ لوگ باتیں بنائیں گے۔'' اُس کا کان آئینے میں نظر آرہا ہے۔جو بڑا اور خاکی ہے۔ایملی کے پپوٹے زردی مائل نیلے ہیں۔ایملی کا مسکارا کالک کا بنا ہوا ہے۔ایملی اپنا چہرہ آئینے کے بہت قریب لے جاتی ہے۔اُس کی آنکھوں کی سفیدی شیشے کی بنی ہے۔

ایملی کے ہیند بیگ میں سے ایک پتّہ نکل کر قالین پر گرتا ہے۔اُس پر متعدد گول گول اُبھار ہیں۔''یہ تمھارے پاس کیا ہے؟'' وِنڈریچ کی بیوی پوچھتی ہے۔

ایملی جھکتی ہے اور پتّے کو اُٹھا کر اپنے ہینڈ بیگ میں ڈالتی ہے۔''گولی۔'' وہ سیاہ چوکھٹے میں سے سُرخی کو گھما کے نکالتی ہے۔

وندریچ کی بیوی اپنا گال آئینے میں رکھتی ہے۔''تمھیں گولیوں کی کیا ضرورت ہے؟'' وہ پوچھتی ہے۔''تم بیمار تو نہیں ہو۔''

ایملی سرخ لباس کو اپنے سر کے اوپر سے کھینچتی ہے۔اُس کا ماتھا سفید کالر کے بیچ میں

سے پھسلتا ہے۔ اُس کی آنکھیں ابھی لباس کے اندر ہی ہیں۔ ایملی کہتی ہے۔ ''میں احتیاطاً کھاتی ہوں۔''

وِنڈریچ ہاتھ سے اپنا ماتھا دباتا ہے۔ وہ کمرے سے نکل جاتا ہے۔ وہ برآمدے میں خالی میز پر بیٹھ جاتا ہے۔ کمرہ اندھیرا ہے۔ وہ دیوار میں ایک سایہ دار سوراخ ہے۔ درختوں میں سے دھوپ چھن رہی ہے۔ صرف آئینہ چمک رہا ہے۔ ایملی کا سرخ منہ آئینے میں ہے۔

پست قامت بڑھیاں پوستین فروش کے گھر کے پاس سے گزر رہی ہیں۔ اُن کے سیاہ سرپوشوں کا سایہ اُن کے آگے آگے چل رہا ہے۔ سایہ پست قد بڑھیوں سے پہلے گرجا گھر میں پہنچ جائے گا۔

ایملی پتھریلے راستے پر اپنی سفید ایڑی کے بل چلتی ہے۔ وہ تہہ کی ہوئی چوکور درخواست کو سفید بریف کیس کی طرح ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہے۔ اُس کا سرخ لباس پنڈلیوں کے گرد جھولتا ہے۔ آئرش سپرنگ کی خوشبو اُڑ کر صحن میں جا پہنچتی ہے۔ ایملی کا لباس دھوپ کے مقابلے میں سیب کے درخت کے سائے میں گہرے رنگ کا ہے۔

وِنڈریچ دیکھتا ہے کہ ایملی جب پاؤں زمین پر رکھتی ہے تو اُس کے پنجے باہر کی طرف ہوتے ہیں۔

ایملی کے بالوں کی ایک لٹ گلی کے پھاٹک کے اوپر لہراتی ہے۔ پھاٹک بند ہو جاتا ہے۔

دعائیہ رسم

وِنڈریچ کی بیوی صحن میں کالے انگوروں کے پیچھے کھڑی ہے۔ ''تم دعائیہ رسم پر نہیں جا رہے؟'' وہ پوچھتی ہے۔ انگور اُس کی آنکھوں میں اُگ کر باہر نکل آتے ہیں۔ اُس کی ٹھوڑی میں سے سبز پتے اُگتے ہیں۔

''میں گھر سے باہر نہیں جا رہا۔'' وِنڈریچ کہتا ہے۔ ''میں نہیں چاہتا کہ لوگ مجھے کہیں: اب اِس کی بیٹی کی باری ہے۔''

وِنڈریچ اپنی کہنیاں میز پر رکھتا ہے۔ اُس کے ہاتھ بھاری بھرکم ہیں۔ وِنڈریچ اپنے بھاری بھرکم ہاتھوں میں اپنا منہ دے لیتا ہے۔ برآمدہ پھیلتا نہیں۔ دِن خوب روشن ہے۔ ایک لمحے کے لیے برآمدہ اُس مقام پر چلا جاتا ہے جہاں وہ پہلے کبھی نہیں تھا۔ وِنڈریچ ضرب کو محسوس کرتا ہے۔ اُس کی پسلیوں میں ایک پتھر اٹکا ہوا ہے۔

وِنڈریچ آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ وہ اپنی آنکھوں کو محسوس کرتا ہے۔ وہ اپنے ڈیلوں کو ہاتھ میں محسوس کرتا ہے۔ وہ بغیر چہرے والی آنکھیں ہیں۔

برہنہ آنکھوں اور پسلیوں میں پتھر کے ساتھ وِنڈریچ بلند آواز میں کہتا ہے۔ ''آدمی دنیا میں تیتر کے سوا کچھ بھی نہیں۔'' وِنڈریچ نے جو سنا وہ اُس کی آواز نہیں تھی۔ وہ اپنے برہنہ منہ کو محسوس کرتا ہے۔ دیواریں بولی ہیں۔

جلتا ہُوا کُرّہ

ہمسائے کے چیتل سؤر جنگلی گاجروں میں پڑے سو رہے ہیں۔ سیاہ فام عورتیں گرجا گھر سے باہر آتی ہیں۔ سورج کی روشنی خیرہ کن ہے۔ وہ اُنھیں اُن کے کالے، چھوٹے جوتوں میں ہی اُٹھا کر سڑک کے کنارے والی پٹڑی پر رکھ دیتی ہے۔ تسبیح کے منکے پھیرنے کی وجہ سے اُن کے ہاتھ کھردرے ہیں۔ عبادت کی وجہ سے ابھی تک اُن کی نظر میں چمک ہے۔

پوستین فروش کے گھر کے اوپر گرجا گھر کی گھنٹی دوپہر کا اعلان کرتی ہے۔ دوپہر کے اعلان کے لیے سورج بذاتِ خود ایک بجتا ہوا گھڑیال ہے۔ دعائیہ عبادت کا اختتام ہو چکا ہے۔ آسمان آگ برسا رہا ہے۔

چھوٹے قد والی بوڑھیوں کے پیچھے سڑک کے کنارے والی روش خالی ہے۔ وِنڈریچ گھروں کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ گلی کے آخر تک دیکھتا ہے۔ ''ایملی آ رہی ہو گی۔'' وہ سوچتا ہے۔ گھاس میں بطخیں ہیں۔ وہ ایملی کے سینڈل کی طرح سفید ہیں۔

آنسو الماری میں پڑا ہے۔ ''ایملی نے اِسے بھرا نہیں۔'' وہ سوچتا ہے۔ ''جب بھی بارش ہوتی ہے، ایملی گھر میں نہیں ہوتی۔ وہ ہمیشہ شہر میں ہوتی ہے۔''

سڑک کے کنارے والی روش روشنی میں حرکت کرتی ہے۔ اِس کے ساتھ ہی بطخیں بھی پرواز کر جاتی ہیں۔ اُن کے پروں میں سفید بادبان لگے ہوئے ہیں۔ ایملی کے برف جیسے سفید سینڈل گاؤں میں چلتے ہوئے نظر نہیں آتے۔

الماری کے دروازے میں سے چوں کی آواز آتی ہے۔ بوتل قلقل کرتی ہے۔ وِنڈریچ جلتا ہوا گیلا کرہ اپنی زبان پر رکھتا ہے۔ کرہ اُس کے حلق کے نیچے چلا جاتا ہے۔ وِنڈریچ کی کنپٹیوں میں آگ جھلملاتی ہے۔ کرۂ زمین گھل جاتا ہے۔ وہ وِنڈریچ کے ماتھے میں سے گرم

دھاگے کھینچتا ہے۔ وہ اُس کے سر میں مانگ کی طرح کی ٹیڑھی ڈسیں '(ہل سے زمین میں بننے والی نالی) بناتا ہے۔

پولیس کے رضا کار کی ٹوپی آئینے کے کنارے کے گرد چکر کاٹتی ہے۔ اُس کے کاندھے پر لگے پھول چمکتے ہیں۔ اُس کی جیکٹ کے بٹن آئینے کے وسط میں بڑے ہو جاتے ہیں۔ وِنڈرِیچ کا چہرہ رضا کار کے جیکٹ کے اوپر نمودار ہوتا ہے۔

وِنڈرِیچ کا چہرہ جیکٹ کے اوپر پہلے بڑا اور پُراعتماد نظر آتا ہے۔ پھر کاندھے پر لگے پھولوں کے اوپر اُس کا چہرہ چھوٹا اور مایوس نظر آتا ہے۔ پولیس کا رضا کار وِنڈرِیچ کے بڑے اور پُراعتماد چہرے کے گالوں میں ہنستا ہے۔ گیلے ہونٹوں کے ساتھ وہ کہتا ہے۔ "تمھارا آٹا کسی کام نہیں آئے گا۔"

وِنڈرِیچ مکا تانتا ہے۔ رضا کار کی جیکٹ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔ وِنڈرِیچ کے بڑے، پُراعتماد چہرے پر خون کا دھبہ ہے۔ وِنڈرِیچ کاندھے کے پھولوں کے اوپر دونوں چھوٹے اور مایوس چہروں پر مکے برسا کر مار دیتا ہے۔

وِنڈرِیچ کی بیوی خاموشی سے ٹوٹے ہوئے آئینے کو صاف کرتی ہے۔

محبت کا بگٹّا

ایملی دروازے میں کھڑی ہے۔ شیشے کی چمک پر سُرخ دھبے ہیں۔ وِنڈ بیچ کا خون ایملی کے لباس سے زیادہ سُرخ ہے۔

آئرش سپرنگ کی مٹتی ہوئی خوشبو ایملی کی پنڈلیوں پر ابھی باقی ہے۔ ایملی کی گردن پر محبت کا بگٹا اُس کے لباس سے زیادہ سرخ ہے۔ ایملی اپنے سفید سینڈل اُتارتی ہے۔ ''آؤ، کچھ کھالو۔'' وِنڈ بیچ کی بیوی کہتی ہے۔

سوپ میں سے بھاپ نکل رہی ہے۔ ایملی اُس کی بھاپ کے اندر بیٹھ جاتی ہے۔ وہ اپنی سُرخ انگلیوں میں چمچ کو پکڑتی ہے۔ وہ سوپ پر نظر ڈالتی ہے۔ بھاپ اُس کے ہونٹوں کو حرکت میں لاتی ہے۔ وہ آہ بھرتے ہوئے پھونک مارتی ہے۔ وِنڈ بیچ کی بیوی اپنی پلیٹ میں سے اُٹھتے ہوئے خاکستری دھوئیں میں بیٹھ جاتی ہے۔

کھڑکی میں سے درختوں کے پتوں کے سرسرانے کی آواز آتی ہے۔ ''وہ صحن میں اُڑ رہے ہیں۔'' وِنڈ بیچ سوچتا ہے۔ ''صحن میں دس درختوں کے پتوں جتنے پتے اُڑ رہے ہیں۔''

وِنڈ بیچ ایملی کے کان کے نیچے دیکھتا ہے۔ وہ بس وہی حصہ دیکھ سکتا ہے، جو لال اور پوٹے کی شکل کا ہے۔

وِنڈ بیچ ایک نرم اور سفید نوڈل کو نگلتا ہے۔ وہ اُس کے گلے میں پھنس جاتا ہے۔ وِنڈ بیچ چمچ میز پر رکھ کے کھانستا ہے۔ اُس کی آنکھیں پانی سے بھر جاتی ہیں۔

وِنڈ بیچ اپنی پلیٹ میں سوپ ڈالتا ہے۔ اُس کے منہ کا ذائقہ کڑوا ہے۔ وہ اُس کے ماتھے تک آتا ہے۔ وِنڈ بیچ کی پلیٹ میں سوپ اُس کی قے کی وجہ سے دھندلا ہے۔

وِنڈ بیچ سوپ میں ایک کشادہ صحن دیکھ سکتا ہے۔ صحن میں سرما کی شام ہے۔

مکڑا

اُس ہفتے کے روز کی تمام رات وِنڈ بیچ گراموفون کے سامنے باربرا کے ساتھ ناچتا رہا تھا۔رقص کرتے ہوئے وہ جنگ کی باتیں کرتے رہے تھے۔

ایک جھاڑی نما درخت کے نیچے پیرافین کے تیل کا لیمپ جھلملا رہا تھا۔وہ ایک میز پر دھرا تھا۔

باربرا کی گردن پتلی تھی۔ وِنڈ بیچ اُس کی پتلی گردن کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔باربرا کا چہرہ زردی مائل تھا۔وِنڈ بیچ اُس کی سانس کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔وہ جھوم رہا تھا۔جھومنا ہی رقص تھا۔

جھاڑی نما درخت کے نیچے ایک مکڑا باربرا کے بالوں میں گر گیا تھا۔ وِنڈ بیچ نے مکڑے کو نہیں دیکھا۔وہ باربرا کے کان کے اوپر جھکا ہوا تھا۔اُس نے گانے کو اُس کے گھنے سیاہ بالوں کی چوٹی میں سے سنا۔اُس نے اُسے زور سے کھجاتے دیکھا۔

پیرافین کے تیل کے لیمپ کے برابر باربرا کے دونوں تین کونوں والے سبز پتے ایسے بُندے دمک رہے تھے۔باربرا دائرے میں گھوم رہی تھی۔گھومنا ہی رقص تھا۔

باربرا نے مکڑے کو اپنے کان میں محسوس کیا۔وہ شروع ہوگئی۔وہ چیخنے لگی: ''میں مر رہی ہُوں۔''

پوستین فروش مٹی پر ناچ رہا تھا۔وہ ناچتے ناچتے پاس سے گزرا۔اُس نے قہقہہ لگایا۔ اُس نے باربرا کے کان میں سے نکالا۔اُسے نے اُسے زمین پر پھینک دیا۔اُس نے اُسے اپنے جوتے سے روند ڈالا۔جوتے سے روندنا ہی رقص تھا۔

باربرا نے جھاڑی نما درخت کے ساتھ ٹیک لگائی۔وِنڈ بیچ نے اُس کا سر تھاما۔

باربرا کا ہاتھ اپنے کان پر گیا۔ تین کونوں والا سبز پتا اب اُس کے کان کے ساتھ لٹکا نہیں ہوا تھا۔ باربرا نے اُسے ڈھونڈا نہیں۔ باربرا مزید نہیں ناچی۔ وہ رونے لگی۔ ''میں آویزے کے لیے نہیں رو رہی۔'' وہ بولی۔

بعد میں، کئی دن بعد وِنڈرچ باربرا کے ساتھ گاؤں میں ایک بنچ پر بیٹھا ہوا تھا۔ باربرا کی گردن پتلی تھی۔ ایک تین کونوں والا پتا چمکتا تھا۔ رات کے اندھیرے میں دوسرا کان تاریک پڑا تھا۔

وِنڈرچ نے شرماتے ہوئے دوسرے آویزے کے بارے میں پوچھا۔ باربرا نے اُس کی طرف دیکھا۔ ''میں اُسے کہاں ڈھونڈتی؟'' باربرا نے کہا۔ ''مکڑا اُسے جنگ میں لے گیا ہے۔ مکڑے سونا کھاتے ہیں۔''

جنگ کے بعد باربرا نے مکڑے کا پیچھا کیا۔ جب روس کی برف دوسری دفعہ پگھلی تو اُسے اپنے ساتھ دور لے گئی۔

سلاد کا پتّا

ایملی مرغی کی ہڈی چوستی ہے۔اُس کے منہ سے سلاد کے چبانے کی آواز آتی ہے۔ وِنڈریچ کی بیوی مرغی کا پر اپنے منہ میں لیتی ہے۔ ''دُکھ میں۔'' وہ کہتی ہے۔وہ زرد کھال کو چوستی ہے۔ ''وہ ساری ولندیزی شراب پی گیا۔''

ایملی سلاد کے ایک پتے کو کانٹے سے اُٹھاتی ہے۔وہ پتا منہ میں رکھتی ہے۔وہ بولتی ہے اور پتا کانپتا ہے۔ ''آٹا تمھارے لیے فائدہ مند ثابت نہیں ہوگا۔'' اُس کے ہونٹ سلاد کے پتے کو کیڑے کی طرح پکڑے ہوئے ہیں۔

''آدمی صدمات ہی کی وجہ سے پیتے ہیں۔'' وِنڈریچ کی بیوی مسکراتی ہے۔ایملی کی پلکوں پر نیلے رنگ کی تہہ نظر آتی ہے۔ ''اور اُن کے صدمات کی وجہ اُن کی شراب نوشی ہی ہے۔'' وہ دبی دبی ہنسی ہنستی ہے۔وہ سلاد کے پتے کی اَوٹ سے دیکھتی ہے۔

اُس کی گردن پر محبت کا نِکتّا گہرا ہوگیا ہے۔وہ نیلا پڑ رہا ہے اور اُس کے نگلنے کے دوران میں حرکت کرتا ہے۔

وِنڈریچ کی بیوی سفید چھوٹی ہڈیوں کو چوستی ہے۔وہ مرغی کی گردن کے گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کھاتی ہے۔ ''جب تمھاری شادی ہوجائے تو اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔'' وہ کہتی ہے۔ ''شراب پینا ایک بُری بیماری ہے۔'' ایملی اپنی سرخ انگلیاں چوستی ہے۔ ''اور غیر صحت مند بھی۔'' وہ کہتی ہے۔

وِنڈریچ کالے ٹکڑے کو دیکھتا ہے۔ ''عصمت فروشی صحت مندانہ ہے۔'' وہ کہتا ہے۔

وِنڈریچ کی بیوی میز پر گھونسا مارتی ہے۔

گھاس کا سوپ

وِنڈریچ کی بیوی رُوس میں پانچ سال رہی تھی۔ وہ ایک جھونپڑی میں لوہے کے پلنگ پر سوتی رہی تھی۔ پلنگ کی پٹّیوں پر جوئیں پلتی تھیں۔ اُس کا سر منڈا ہوا تھا۔ اُس کا چہرہ خاکستری اور کھوپڑی سُرخ تھی۔

پہاڑوں کی چوٹی پر بادلوں اور برف کے ڈھیر کا ایک اور پہاڑ تھا۔ ٹرک میں پالا جلاتا تھا۔ کان پر تمام نہیں اُترتے تھے۔ ہر صبح چند مرد اور عورتیں بینچوں پر بیٹھے رہتے تھے۔ وہ کھلی آنکھوں کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ وہ ہر کسی کو جانے دیتے۔ وہ منجمد ہو چکے تھے۔ وہ دوسری طرف بیٹھے ہوئے تھے۔

کان کالی تھی۔ بیلچا ٹھنڈا تھا۔ کوئلہ بھاری تھا۔

جب پہلی برف پگھلی تو پتھروں کے شگافوں میں باریک اور نوک دار گھاس پھُوٹ نکلی۔ کیتھرینا نے اپنا کوٹ روٹی کے دس ٹکڑوں کے عوض بیچ دیا۔ اُس کا پیٹ ایک سیہہ (خار پشت) تھا۔ کیتھرینا ہر روز مٹھی بھر گھاس لیتی۔ گھاس کا سوپ گرم اور خوش ذائقہ تھا۔ سیہہ چند گھنٹوں کے لیے اپنے خول میں سمٹ جاتی۔

پھر دوسری برف باری آئی۔ کیتھرینا کے پاس ایک اونی کمبل تھا۔ دن کے دوران میں یہ اِس کا کوٹ تھا۔ سیہہ نے چھرا گھونپتی تھی۔

جب رات ہوتی تو کیتھرینا برف کی چمک سے راستہ لیتی۔ وہ جھک جاتی۔ وہ سنتری کے سائے کے پاس سے رینگتے ہوئے گزرتی۔ کیتھرینا ایک آدمی کے لوہے کے پلنگ میں جاتی۔ وہ باورچی تھا۔ وہ اُسے کیتھ کہہ کے بلاتا۔ وہ اُسے گرم کرتا اور آلو دیتا۔ وہ گرم اور میٹھے ہوتے۔ سیہہ چند گھنٹوں کے لیے اپنے خول میں سمٹ جاتی۔

جب دوسری برف پگھلی تو سوپ والا گھاس اُن کے جوتوں کے نیچے اُگا۔ کیتھرینا نے اپنا اُونی کمبل روٹی کے دس ٹکڑوں کے عوض بیچ دیا۔ سیہہ چند گھنٹوں کے لیے اپنے خول میں سمٹ گئی۔

پھر تیسری برف باری آئی۔ بھیڑ کی کھال کیتھرینا کا کوٹ تھا۔

جب باورچی کی موت ہوئی تو برف کی چمک میں ایک اور جھونپڑی میں نظر آئی۔ کیتھرینا ایک اور سنتری کے سائے کے پاس سے رینگی ۔ وہ ایک مرد کے لوہے کے پلنگ میں چلی گئی۔ وہ اُسے کیٹیوشا کہہ کے بلاتا تھا۔ اُس نے اُسے گرم کیا اور سفید کاغذ کا ایک ٹکڑا دیا۔ جو ایک بیماری تھی۔ کیتھرینا تین دِن تک کان پر نہیں گئی۔

جب تیسری بار برف پگھلی تو کیتھرینا نے اپنی بھیڑ کی کھال پیالہ بھر چینی کے عوض بیچ دی۔ کیتھرینا گیلی روٹی کے اوپر چینی چھڑک کر کھاتی۔ سیہہ چند دنوں کے لیے اپنے خول میں سمٹ گئی۔

جب چوتھی برف باری آئی تو اُون کی خاکستری جرابیں کیتھرینا کا کوٹ تھا۔

جب ڈاکٹر کی موت ہوئی تو برف کی چمک میں ایک سٹور نظر آیا۔ کیتھرینا سوئے ہوئے کتے کے پاس سے رینگ گئی۔ وہ ایک آدمی کے لوہے کے پلنگ میں گھس گئی۔ وہ گورکن تھا۔ اُس نے رُوسیوں کو بھی گاؤں میں دفن کیا تھا۔ اُسے کاتیا کہا جاتا تھا۔ اُس نے اُسے گرم کیا۔ اُس نے گاؤں کے جنازے والے کھانوں میں سے اُسے گوشت دیا۔

جب چوتھی بار برف پگھلی تو کیتھرینا نے اپنی اُون کی خاکستری جرابیں مکئی کے آٹے کے ایک پیالے کے عوض بیچ دیں۔ مکئی کا دلیہ گرم تھا۔ وہ پھول جاتا تھا۔ سیہہ چند دنوں کے لیے اپنے خول میں سمٹ گئی۔

پھر پانچویں برف باری آئی تو کیتھرینا کا بھورا لباس اُس کا کوٹ تھا۔

جب گورکن کی موت ہوئی تو کیتھرینا نے اُس کا کوٹ پہن لیا۔ وہ برف کے ساتھ لگی باڑ میں سے رینگ گئی۔ وہ گاؤں میں ایک رُوسی بُڑھیا کے پاس گئی۔ گورکن نے اُس کے

خاوند کو دفن کیا تھا۔ رُوسی بُڑھیا نے کیتھرینا کا کوٹ پہچان لیا۔ وہ اُس کے خاوند کا کوٹ تھا۔ کیتھرینا نے خود کو اُس گھر میں گرم کیا۔ وہ بکریوں کا دودھ دوہتی۔ رُوسی عورت اُسے دیوو چکا کہہ کے بلاتی۔ وہ اُسے دودھ دیتی۔

جب پانچویں بار برف پگھلی تو صحن میں پھولوں کے زرد گچھے کھلے۔

سوپ والے گھاس پر پیلی دھوڑ پھیل گئی۔ وہ میٹھی تھی۔

ایک دن سٹور والے صحن میں سبز رنگ کے ٹرک آئے۔ اُنھوں نے گھاس کو کچل دیا۔ کیتھرینا جھونپڑی کے سامنے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ اُس نے ٹائروں کے گندے نشان دیکھے۔ اُس نے عجیب طرح کے سنتری دیکھے۔

عورتیں سبز ٹرکوں پر سوار ہو گئیں۔ ٹائروں کے نشان کان کی طرف نہیں گئے۔ سبز ٹرک چھوٹے سٹیشن کے سامنے رک گئے۔

کیتھرینا ریل گاڑی میں سوار ہو گئی۔ وہ خوشی سے رونے لگی۔

جب کیتھرینا کو پتا چلا کہ ریل گاڑی گھر کی طرف جا رہی ہے تو اُس کے ہاتھ گھاس والے سوپ سے چِپ چِپے تھے۔

سمندری بگلا

وِنڈ بیچ کی بیوی ٹیلی ویژن چلاتی ہے۔ مغنیہ سمندر کے کنارے جنگلے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہے۔ اُس کے سایے کا کنارا ہوا میں لہراتا ہے۔ اُس کی ڈوری کا سرا گھٹنے پر جھولتا ہے۔

ایک سمندری بگلا پانی کے اوپر تیرتا ہے۔ وہ سکرین کے کنارے کے پاس سے ہو کے اُڑتا ہے۔ اُس کے پروں کا سرا کمرے میں زبردستی داخل ہوتا ہے۔

''میں کبھی سمندر پر نہیں گئی۔'' وِنڈ بیچ کی بیوی کہتی ہے۔ ''اگر سمندر اتنا دور نہ ہوتا تو بگلے گاؤں آتے۔'' بگلا پانی میں غوطہ لگاتا ہے۔ وہ ایک مچھلی کو نگل جاتا ہے۔

مغنیہ مسکراتی ہے۔ اُس کا چہرہ سمندری بگلے جیسا ہے۔ وہ جتنی بار منہ کھولتی اور بند کرتی ہے اُتنی ہی مرتبہ آنکھیں جھپکتی ہے۔ وہ رومانیہ کی لڑکیوں کے بارے میں گانا گاتی ہے۔ اُس کے بال پانی بننا چاہتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی لہریں اُس کی کنپٹیوں پر ہلکورے لیتی ہیں۔

''رومانیہ کی لڑکیاں۔'' مغنیہ گاتی ہے۔ ''مئی کے مہینے میں چراگاہوں میں کھلے پھولوں کی طرح کومل ہوتی ہیں۔'' وہ سمندر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ساحلی ریت میں اُگی جھاڑیاں لرزتی ہیں۔

ایک آدمی سمندر میں تیر رہا ہے۔ وہ ہاتھوں سے تیرتے ہوئے دور تک چلا جاتا ہے۔ وہ پانی میں اکیلا ہے۔ آسمان ختم ہو جاتا ہے۔ اُس کا سر پانی کے اوپر آتا ہے۔ لہریں کالی ہیں۔ بگلا سفید ہے۔

مغنیہ کا چہرہ نرم ہے۔ ہوا اُس کے لباس کی جھالر کے نچلے فیتے کو سامنے لاتی ہے۔ وِنڈ بیچ کی بیوی سکرین کے سامنے کھڑی ہے۔ وہ مغنیہ کی گھٹنوں کی طرف اشارہ کرتی

ہے۔ ’’جھالر خوب صورت ہے۔‘‘ وہ کہتی ہے۔ ’’یہ یقیناً رومانیہ میں نہیں بنی۔‘‘

ایملی سکرین کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ ’’بلوریں گُل دان پر لڑکی کا جھالردار لباس بالکل مغنیہ جیسا ہے۔‘‘

وِنڈ سچ کی بیوی چند سادہ کیک میز پر رکھتی ہے۔ ٹین کا ڈبہ میز کے نیچے رکھا ہے۔ اُس میں سے بلی سوپ والی قے چاٹتی ہے۔

مغنیہ مسکراتی ہے۔ وہ اپنا منہ بند کرتی ہے۔ اُس کے پیچھے سمندر ساحل سے ٹکراتے ہوئے تال دیتا ہے۔ ’’تمھارے باپ کو بلوریں گُل دان خریدنے کے لیے پیسے دینے چاہئیں۔‘‘ وِنڈ سچ کی بیوی کہتی ہے۔

’’نہیں۔‘‘ وہ کہتی ہے۔ ’’میں نے کچھ پیسے بچا رکھے ہیں، میں خود خرید لوں گی۔‘‘

جواں سال اُلّو

جواں سال اُلو ایک ہفتے سے وادی میں بیٹھ رہا ہے۔ روزانہ لوگ شام کو شہر سے لوٹتے ہوئے اُسے دیکھتے ہیں۔ ریل کی پٹڑیوں پر جھٹپٹا اُترتا ہے۔ حیرانی کہ کالی مکئی ریل گاڑی کے راستے میں جھومتی ہے۔ جواں سال اُلو کانٹے والی جھاڑیوں میں ایسے بیٹھتا ہے جیسے برف میں بیٹھا ہو۔

لوگ سٹیشن پر اُترتے ہیں۔ وہ کوئی بات نہیں کرتے۔ ریل گاڑی نے ایک ہفتے سے سیٹی نہیں بجائی۔ اُنھوں نے اپنے بیگ اپنے ساتھ چمٹائے رکھے ہیں۔ وہ اپنے گھروں کو جارہے ہیں۔ گھر جاتے ہوئے جب اُن کا دوسرے لوگوں سے سامنا ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں: ''یہ قیام کا آخری مقام ہے۔ کل جواں سال اُلو مرنے والے کے ساتھ ملاقات کے لیے یہاں ہوگا۔''

پادری اپنے مددگار لڑکے کو گرجا گھر کے گنبد میں بھیجتا ہے۔ گھنٹی بجتی ہے۔ مددگار لڑکا واپس آتا ہے تو اُس کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ ''میں نے گھنٹی بجانے کے لیے نہیں کھینچی، گھنٹی نے مجھے کھینچا ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''اگر میں نے شہتیر کو نہ پکڑ لیا ہوتا تو میں آسمان پر اُڑ چکا ہوتا۔''

گھنٹی کی آواز نے جواں سال اُلو کو پریشانی میں ڈال دیا۔ وہ واپس بستیوں کی طرف اُڑ گیا۔ وہ دریائے ڈینیوب کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف اُڑا۔ وہ پانی کی آواز کے ساتھ اُس طرف اُڑتا جہاں گیا جہاں سپاہی ہیں۔

جنوب کی طرف میدان درختوں سے عاری اور گرم ہے۔ وہاں شدید گرمی ہے۔ نوجوان اُلو سُرخ کولھوں پر اپنی نظر جماتا ہے۔ خاردار تار کے اوپر پروں کے ساتھ وہ اپنی موت مانگتا ہے۔

سپاہی خاکستری صبح میں سو رہے ہیں۔ جھاڑیاں اُنھیں جدا کرتی ہیں۔ وہ مشقوں پر آئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھوں، آنکھوں اور اپنے ماتھوں کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں۔

افسر اونچی آواز میں ایک حکم دیتا ہے۔

ایک سپاہی نوجوان اُلو کو جھاڑی میں دیکھتا ہے، وہ اپنی بندوق کو گھاس میں لٹاتا ہے۔ وہ کھڑا ہوتا ہے۔ ایک گولی اُڑتی ہے۔ وہ ہوا میں اڑتی ہے۔ وہ ہدف پر لگتی ہے۔

مرنے والا درزی کا بیٹا ہے۔ مرنے والے کا نام ڈیٹمار ہے۔

پادری کہتا ہے۔ ''نوجوان اُلو نے ڈینیوب کے کنارے بیٹھ ہمارے گاؤں کے بارے میں سوچا تھا۔''

وِنڈریچ اپنے بائیسکل کو دیکھتا ہے۔ وہ گولی چلنے کی خبر گاؤں سے کھیت میں لایا ہے۔

''یہ دوبارہ جنگ والی کیفیت ہی ہے۔'' وہ کہتا ہے۔

وِنڈریچ کی بیوی اپنی بھنویں اُٹھاتی ہے۔ ''اِس کا اُلو کا کوئی تعلق نہیں۔'' وہ کہتی ہے۔

''یہ ایک حادثہ تھا۔'' وہ سیب کے درخت سے ایک زرد پتا توڑتی ہے۔ وہ وِنڈریچ کو سر سے پاؤں تک دیکھتی ہے۔ دیر تک اُس کے کوٹ کی سینے والی جیب کی طرف دیکھتی رہتی ہے، جس کے نیچے اُس کا دِل دھڑکتا ہے۔

وِنڈریچ اپنے منہ مین آگ محسوس کرتا ہے۔ ''تمھاری سوچ بہت چھوٹی ہے۔ یہ تمھارے ماتھے سے تمھارے منہ تک بھی نہیں پہنچتی۔'' وہ بلند آواز میں کہتا ہے۔ وِنڈریچ کی بیوی روتے ہوئے پتے کو مسل دیتی ہے۔

وِنڈریچ ریت کے ذرے کا دباؤ اپنے ماتھے پر محسوس کرتا ہے۔ ''یہ اپنے لیے رو رہی ہے۔'' وہ سوچتا ہے۔ ''مرنے والے کے لیے نہیں۔ عورتیں ہمیشہ اپنے لیے ہی روتی ہیں۔''

گرما کا باورچی خانہ

رات کا چوکیدار مل کے سامنے بینچ پر سو رہا ہے۔ اُس کا کالا ہیٹ نیند کو مخملیں اور گہری بنا رہا ہے۔ اُس کا ماتھا ایک زرد لکیر ہے۔ ''زمینی مینڈک پھر اُس کے دماغ میں گھس گیا ہے۔'' وِنڈ بیج سوچتا ہے۔ وہ وقت کو اُس کے رخساروں پر ساکت دیکھتا ہے۔

رات کا چوکیدار خواب میں باتیں کر رہا ہے۔ اُس کی ٹانگیں جھٹکے کھاتی ہیں۔ کتا بھونکتا ہے، رات کا چوکیدار جاگ جاتا ہے۔ چونک کر وہ اپنا ہیٹ اُتارتا ہے۔ اُس کا ماتھا بھیگا ہوا ہے۔ ''وہ مجھے جان سے مار ڈالے گی۔'' وہ کہتا ہے۔ اُس کی آواز بوجھل ہے۔ یہ بات اُس کا خواب یاد دِلاتی ہے۔

''میری بیوی پیسٹری بنانے والے پھٹے پر مُڑی تُڑی ننگی لیٹی ہوئی تھی۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''اُس کا جسم ایک بچے سے بھی چھوٹا تھا۔ پیسٹری کے پھٹے سے زرد رنگ کا رس ٹپک رہا تھا۔ فرش گیلا تھا۔ میز کے گرد بوڑھی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ سیاہ لباس پہنے ہوئے تھیں۔ اُن کی چوٹیاں بے ترتیب تھیں۔ اُنھوں نے ایک عرصے سے بالوں میں کنگھی نہیں کی تھی۔ سِکنی وِلما اتنی چھوٹی تھی جتنی کہ میری بیوی۔ وہ ہاتھ میں کالا دستانہ تھامے ہوئے تھی۔ اُس کے پاؤں فرش تک نہیں پہنچتے تھے۔ وہ کھڑکی کے باہر دیکھ رہی تھی۔ پھر اُس کے ہاتھ سے دستانہ گر گیا۔ سِکنی وِلما نے اپنی کرسی کے نیچے تلاش کرنے کے لیے نظر ڈالی۔ دستانہ کرسی کے نیچے نہیں تھا۔ فرش پر کچھ بھی نہیں تھا۔ فرش اُس کے پاؤں سے اتنا دور تھا کہ وہ رو پڑی۔ اُس نے اپنے جھرّیوں بھرے چہرے پر بٹ ڈالے اور کہا: 'مردے کو گرمیوں کے باورچی خانہ میں چھوڑ جانا باعث شرم ہے۔' میں نے کہا کہ میرے علم میں ہی نہیں تھا کہ ہمارا کوئی گرمیوں کا باورچی خانہ بھی ہے۔ میری بیوی پیسٹری

کے پھٹے سے سر اُٹھا کے مسکرائی۔ سِکنی وِلما نے اُس کی طرف دیکھا۔ 'میری بات کا غصہ مت کرو۔' اُس نے میری بیوی کو مخاطب کیا اور پھر مجھ سے بولی۔ ''اُس کا خون ٹپک رہا ہے اور بد بو دینے لگی ہے۔''

رات کے چوکیدار کا منہ کھلا ہے۔ اُس کے گالوں پر آنسو بہہ رہے ہیں۔

وِنڈرچ اُسے کندھوں سے پکڑتا ہے۔ ''تم اپنے آپ کو پاگل پن کی طرف دھکیل رہے ہو۔'' وہ کہتا ہے۔ اُس کے کوٹ کی جیب میں چابیاں کھنکتی ہیں۔

وِنڈرچ پاؤں سے مِل کے دروازہ کو دھکا دیتا ہے۔

رات کا چوکیدار اپنے کالے ہیٹ میں دیکھتا ہے۔ وِنڈرچ بائیسکل کو بینچ کے پاس سے گھسیٹ کر لے جاتا ہے۔ ''میں پاسپورٹ لینے جا رہا ہوں۔'' وہ کہتا ہے۔

اعزازی گارڈ

پولیس رضا کار درزی کے صحن میں کھڑا ہے۔ وہ افسروں کو ولندیزی شراب پیش کر رہا ہے۔ وہ اُن سپاہیوں کو شراب دے رہا ہے جو تابوت کو گھر میں لائے تھے۔ وِنڈ ہچ اُن کے کندھوں پر ستارے دیکھتا ہے۔

رات کا چوکیدار وِنڈ ہچ کی طرف جھکتا ہے۔ ''پولیس کا رضا کار خوش ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''کیوں کہ اُسے صحبت میسر آ گئی ہے۔''

مئیر آلوچے کے زرد درخت کے نیچے کھڑا ہے۔ وہ پسینے میں نہایا ہوا ہے۔ وہ ایک کاغذ کو دیکھ رہا ہے۔ وِنڈ ہچ کہتا ہے۔ ''وہ یہ تحریر پڑھ نہیں سکتا کیوں کہ مدرس نے جنازے والی تقریر لکھی ہے۔''

''اُسے کل شام کو آٹے کی دو بوریاں چاہئیں۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ اُس سے شراب کی بو آ رہی ہے۔

پادری صحن میں آتا ہے۔ اُس کا کالا کوٹ اُس کے پیچھے پیچھے زمین پر گھسٹ رہا ہے۔ افسروں نے فوراً اپنے منہ بند کر لیے۔ پولیس کا رضا کار شراب کی بوتل درخت کے پیچھے رکھ دیتا ہے۔

تابوت دھات کا بنا ہوا ہے۔ وہ صحن میں تمباکو کے ایک بڑے ڈبے کی طرح چمک رہا ہے۔ اعزازی گارڈ تابوت کو صحن میں سے باہر لے جاتا ہے۔ وہ قدم ملا کے چل رہے ہیں۔

ٹرک پر ایک سرخ کپڑا ہے۔

لوگوں کی سیاہ ٹوپیاں تیزی کے ساتھ اِدھر اُدھر حرکت کرتی ہیں۔ اُن کے پیچھے عورتوں کے سیاہ سرپوش آہستہ آہستہ حرکت کرتے نظر آتے ہیں جو بے دھیانی سے اپنی تسبیح

کے دانوں کے ساتھ مصروف ہیں۔ گاڑی بان اونچی آواز میں بولتے ہوئے چل رہا ہے۔

اعزازی گارڈ ٹرک میں اِدھر اُدھر جھول رہا ہے۔ سپاہی گڑھوں کی وجہ سے اپنی رائفلوں کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔ وہ زمین سے کافی بلندی پر ہیں، تابوت سے بھی کافی بلند ہیں۔

بیوہ کرونر کی قبر ابھی تک سیاہ اور بلند ہے۔ ''مٹی ابھی تک بیٹھی نہیں کیوں کہ بارش نہیں ہوئی۔'' سِکنّی وِلما کہتی ہے۔ ہائڈرنجا کے گچھے مرجھا گئے ہیں۔

ڈاک والی عورت وِنڈ ریچ کے ساتھ کھڑی ہو جاتی ہے۔ ''کتنا اچھا ہو۔'' وہ کہتی ہے۔ ''اگر نوجوان بھی جنازے پر آئیں۔ ایسے حالات کئی سالوں سے چل رہے ہیں۔'' وہ کہتی ہے۔ ''جب گاؤں میں کوئی فوت ہو جائے تو نوجوانوں میں سے کوئی نہیں آتا۔'' اُس کے ہاتھ پر ایک آنسو گرتا ہے۔ ''ایملی کو اتوار کی صبح انٹرویو کے لیے آنا ہے۔''

دعا مانگنے والی پادری کے کان میں دعائیہ کلمات گا رہی ہے۔ خوشبو دار دھونی اُس کا چہرہ بگاڑ رہی ہے۔ وہ اپنی دعا میں اتنی غرق ہے کہ اُس کی آنکھ کی پتلیاں پھیل گئی ہیں۔

ڈاک والی عورت آہ بھرتی ہے۔ وہ وِنڈ ریچ کو کہنی سے پکڑ لیتی ہے۔ ''آٹے کی دو بوریاں۔'' وہ کہتی ہے۔

گھنٹی تب تک بجتی ہے جب تک اُس کو بجانے والا تھک نہیں جاتا۔ فوجی سیلیوٹ کی گولیاں قبروں کے اوپر سے گزرتی ہیں۔ مٹی کے بھاری ڈھیلے جستی تابوت پر گرتے ہیں۔

دعا مانگنے والی جنگی یادگار کے پاس کھڑی رہتی ہے۔ وہ آنکھ کے کونوں سے اپنے کھڑے ہونے کے لیے کوئی مناسب جگہ دیکھتی ہے۔ وہ وِنڈ ریچ کو دیکھتی ہے۔ وہ کھانستی ہے۔ وِنڈ ریچ اُس کے گانے سے خالی گلے میں بلغم کی کھڑکھڑاہٹ سنتا ہے۔

''ایملی نے پادری کے ساتھ ملاقات کے لیے ہفتے کی سہ پہر کو آنا ہے۔'' وہ کہتی ہے۔ ''پادری نے رجسٹر میں سے اُس کے بپتسمہ کا سرٹیفیکیٹ تلاش کرنا ہے۔''

وِنڈ ریچ کی بیوی اپنی دعا ختم کرتی ہے۔ وہ دو قدم بڑھتی ہے۔ وہ دعا منگوانے والی کے

سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ ''بپتسما کا سرٹیفکیٹ اتنا ضروری نہیں ہے، یا ہے؟۔'' وہ کہتی ہے۔ ''بہت ضروری ہے۔'' دعا منگوانے والی کہتی ہے۔ ''پولیس رضا کار نے بتایا ہے کہ پاسپورٹ کے دفتر میں تمھارے پاسپورٹ تیار پڑے ہیں۔''

وِنڈِ یچ کی بیوی رومال کو اپنے ہاتھ میں مسلتی ہے۔ ''ایملی ہفتے کو بلوریں گل دان لا رہی ہے۔'' وہ کہتی ہے۔ ''جو بہت نازک ہے۔''

''وہ سٹیشن سے سیدھی پادری کے پاس نہیں جاسکتی۔'' وِنڈ یچ کہتا ہے۔

دعا منگوانے والی اپنے جوتے کے سرے سے مٹی کو کھرچتی ہے۔ ''پھر اُسے پہلے گھر جانا چاہیے۔'' وہ کہتی ہے۔ ''دن ابھی کافی لمبے ہیں۔''

خانہ بدوش خوش قسمتی لاتے ہیں

باورچی خانے کی الماری خالی ہے۔ وِنڈیچ کی بیوی پٹ زور سے بند کرتی ہے۔ ساتھ والے گاؤں کی کم عمر خانہ بدوش لڑکی باورچی خانے وسط میں، جہاں میز ہوتی تھی، ننگے پاؤں کھڑی ہے۔ وہ کھانا پکانے والے برتنوں کو اپنے بڑے جھولے میں ڈالتی ہے۔ وہ اپنے رومال کی گانٹھ کھولتی ہے۔ وہ وِنڈیچ کی بیوی کو پچیس نوٹ دیتی ہے۔ ''میرے پاس یہی ہیں۔'' وہ کہتی ہے۔ ربن کی زبان اُس کی چٹیا میں سے باہر نکلی ہوئی ہے۔ ''مجھے ایک لباس بھی دیں۔'' وہ کہتی ہے۔ ''خانہ بدوش خوش قسمتی لاتے ہیں۔''

وِنڈیچ کی بیوی اُسے ایملی کا سرخ لباس دیتی ہے۔ ''اب جاؤ۔'' وہ کہتی ہے۔ کم عمر خانہ بدوش لڑکی چائے دانی کی طرف دیکھتی ہے۔ ''چائے دانی بھی۔'' وہ کہتی ہے۔ ''میں آپ کے لیے اچھی قسمت لاؤں گی۔''

نیلے سرپوش والی گوالن ٹھیلے کو، جس پر پلنگ کے حصے رکھے ہیں، پھاٹک میں سے دھکیلتی ہے۔ پرانا بستر اُس کی پشت پر بندھا ہے۔

وِنڈیچ چھوٹے ہیٹ والے آدمی کو ٹیلی ویژن دکھاتا ہے۔ وہ اُسے چلاتا ہے۔ سکرین بھِن بھِن کرنے لگتی ہے۔ آدمی ٹیلی ویژن کو اُٹھا کے باہر لے جاتا ہے۔ وہ اُسے برآمدے میں میز پر رکھ دیتا ہے۔ وِنڈیچ اُس کے ہاتھ سے نوٹ لے لیتا ہے۔

ڈیری فارم کا گھوڑا اور ریڑھا گھر کے باہر کھڑے ہیں۔ ایک آدمی اور عورت پلنگ والی خالی سفید جگہ پر کھڑے ہیں۔ وہ کپڑوں والی الماری اور سنگھار میز کو دیکھتے ہیں۔ ''آئینے میں بال ہے۔'' وِنڈیچ کی بیوی کہتی ہے۔ گوالن ایک کرسی کو اُٹھا کر اُس کی سیٹ کا نچلا حصہ دیکھتی ہے۔ اُس کا ساتھی انگلی سے میز کی اوپری سطح کو کھٹکھٹاتا ہے۔ ''لکڑی مظبوط

ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''ایسا فرنیچر آج کل دکانوں میں نہیں ملتا۔''

کمرہ خالی ہے۔ کپڑوں کی الماری لیے ریڑھی گلی میں جا رہی ہے۔ آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی کرسی کی ٹانگیں الماری کے ساتھ جڑی ہوئی ہیں۔ اُن میں سے پہیوں جیسی آوازیں آ رہی ہیں۔ میز اور سنگھار میز گھر کے باہر گھاس پر رکھی ہیں۔ گوالن گھاس پر بیٹھی ہے اور ریڑھی کو جاتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔

ڈاک والی عورت پردوں کو ایک اخبار میں لپیٹتی ہے۔ وہ ریفریجریٹر کی طرف دیکھتی ہے۔ ''یہ بیچا جا چکا ہے۔'' وِنڈِچ کی بیوی کہتی ہے۔ ''ٹریکٹر والا آدمی اِسے اُٹھانے کے لیے آج شام کو آ رہا ہے۔''

مرغیاں سر ریت میں دیے ہوئے سو رہی ہیں۔ اُن کے پاؤں اکٹھے باندھ دیے گئے ہیں۔ سِکّنی وِلما اُنھیں بید کی ٹوکری میں بند کر رہی ہے۔ ''مرغا اندھا ہو گیا تھا۔'' وِنڈِچ کی بیوی کہتی ہے۔ ''مجھے اُسے مارنا پڑا۔'' سِکّنی وِلما نوٹ گنتی ہے۔ وِنڈِچ کی بیوی اُنھیں لینے کے ہاتھ بڑھاتی ہے۔

درزی کے کالر کے کونوں پر سیاہ چٹیا کے کونے ہیں۔ وہ قالین کو تہہ کرتا ہے۔ وِنڈِچ کی بیوی اپنے ہاتھوں کو دیکھتی ہے۔ ''تم قسمت سے فرار حاصل نہیں کر سکتے۔'' وہ آہ بھرتی ہے۔

ایملی کھڑکی میں سے سیب کے درخت کو دیکھتی ہے۔ ''میرے علم میں تو نہیں۔'' درزی کہتا ہے۔ ''اُس نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔''

ایملی کو اپنے گلے میں ایک سسکی محسوس ہوتی ہے۔ وہ کھڑکی میں سے اپنا سر باہر نکالتی ہے۔ وہ گولی کی آواز سنتی ہے۔

وِنڈِچ صحن میں رات کے چوکیدار کے ساتھ کھڑا ہے۔ ''گاؤں میں ایک نیا مِل والا آیا ہے۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''وہ ایک ولاخیائی ہے جو چھوٹا ہیٹ پہنتا ہے اور جو پن چکی والا ہے۔'' رات کا چوکیدار اپنے بائیسکل کے کیریئر پر چند قمیصیں، کوٹ اور پتلونیں رکھتا ہے۔ وہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ ''میں نے کہا۔'' وہ کہتا ہے۔ ''یہ ایک تحفہ ہے۔''

وِنڈ بیچ کی بیوی اپنے ایپرن کو چھوتی ہے۔ ''اِنھیں رکھ لو۔'' وہ کہتی ہے۔ ''اُس نے تمھیں اپنی خوشی سے دیے ہیں۔ پرانے کپڑوں کا ابھی ڈھیر پڑا ہوا ہے جو خانہ بدوشوں کو دینے ہیں۔'' وہ اپنے رخسار کو چھوتی ہے۔ ''خانہ بوش خوش قسمتی لاتے ہیں۔'' وہ کہتی ہے۔

بھیڑ باڑہ

نیا مِل مالک برآمدے میں کھڑا ہے۔ ''مجھے مئیر نے بھیجا ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''اب میں یہاں رہوں گا۔''

اُس کا چھوٹا ہیٹ ایک زاویے پر رکھا ہے۔ اُس کا بھیڑ کی پوستین کا کوٹ نیا ہے۔ وہ برآمدے میں میز پر نظر ڈالتا ہے۔ ''میں اِسے استعمال میں لا سکتا ہوں۔'' وہ گھر کا چکر لگاتا ہے۔ وِنڈیچ اُس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ وِنڈیچ کی بیوی ننگے پاؤں وِنڈیچ کے پیچھے چل رہی ہے۔

نیا مِل مالک بڑے کمرے کے دروازے کو دیکھتا ہے۔ وہ دستہ گھماتا ہے۔ وہ بڑے کمرے کی دِیواروں اور چھت کو دیکھتا ہے۔ دروازے کو بجاتا ہے۔ ''دروازہ پرانا ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ وہ دروازے کے چوکھٹے کے ساتھ ٹیک لگا کر خالی کمرے کو تکتا ہے۔ ''مجھے بتایا گیا تھا کہ گھر سامان سے آراستہ ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''آراستہ سے تمھاری کیا مراد ہے؟'' وِنڈیچ کہتا ہے۔ ''میں نے اپنا فرنیچر بیچ دیا ہے۔''

وِنڈیچ کی بیوی پاؤں پٹختے ہوئے کمرے سے چلی جاتی ہے۔ وِنڈیچ کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوتا۔

نیا مِل والا کمرے کی چھت اور دیواروں کو ایک نظر دیکھتا ہے۔ وہ کھڑکیوں کو کھولتا اور بند کرتا ہے۔ وہ اپنے جوتے کی نوک سے فرش کے چوبی تختوں کو دباتا ہے۔ ''مجھے اپنی بیوی کو فون کرنا ہوگا،'' مِل والا کہتا ہے۔ ''اُسے تھوڑا بہت فرنیچر لانا پڑے گا۔''

مِل والا صحن میں جاتا ہے۔ وہ جنگلے کو دیکھتا ہے۔ وہ ہمسائے کے چیتل سؤروں کو دیکھتا ہے۔ ''میرے پاس دس سؤر اور چھبیس بھیڑیں ہیں۔ بھیڑوں کا باڑا کہاں ہے؟''

وِنڈر یچ زمین پر گرے ہوئے زرد پتوں کو دیکھتا ہے۔ ''ہم نے بھیڑیں کبھی نہیں رکھیں۔'' وہ کہتا ہے۔ وِنڈر یچ کی بیوی جھاڑو اُٹھائے صحن میں آتی ہے۔ ''جرمن بھیڑیں نہیں رکھتے۔'' جھاڑو دینے کے دوران میں ریت کی کِرکِر کی آواز آتی ہے۔

''گودام ایک اچھا گیراج ثابت ہوگا۔'' وہ کہتا ہے۔ ''میں چند پھٹے لے کر بھیڑوں کا باڑا بناؤں گا۔''

مِل والا وِنڈر یچ سے ہاتھ ملاتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ''مِل خوب صورت ہے۔''

وِنڈر یچ کی بیوی ریت میں کھُلی کھُلی گول لہریں بناتی ہے۔

چاندی کی صلیب

ایملی فرش پر بیٹھی ہے۔ حجم کے مطابق وائین کے گلاسوں کو ترتیب دی گئی ہے۔ ولندیزی شراب والے تمام گلاس چمکیلے ہیں۔ پھل کے پیالوں کے ساتھ رکھے دودھیا پھول سخت ہیں۔ گُل دان دیواروں کے ساتھ رکھے ہیں۔ بلوری گُل دان کمرے کے کونے میں پڑا ہے۔

ایملی آنسو والے چھوٹے ڈبے کو ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے۔

ایملی ورزی کی آواز اپنے سر میں گونجتے ہوئے سُنتی ہے۔ ''اُس نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔''

ایملی کے ماتھے میں آگ کا گولا دہکتا ہے۔

ایملی پولیس کے رضا کار کے منہ کو اپنی گردن پر محسوس کرتی ہے۔ اُس کی سانسوں سے شراب کی بو آتی ہے۔ وہ اُس کے گھٹنے کو اپنے ہاتھ سے دباتا ہے۔ وہ اُس کے لباس کو اوپر اُٹھاتا ہے۔ ''تم بہت پیاری ہو۔'' وہ کہتا ہے۔ اُس کی ٹوپی اُس کے جوتوں کے اوپر پڑی ہے۔ اُس کی وردی کے کوٹ کے بٹن چمک رہے ہیں۔

پولیس کا رضا کار اپنا وردی والا کوٹ اُتارتا ہے۔ ''اپنا لباس اُتار دو۔'' نیلے کوٹ کے نیچے چاندی کی صلیب چمک رہی ہے۔ پادری اپنا کالا چوغہ اُتارتا ہے۔ وہ ایملی کے گالوں سے بالوں کی ایک لٹ ہٹاتا ہے۔ ''اپنے ہونٹوں کی سُرخی صاف کرو۔'' وہ کہتا ہے۔ پولیس رضا کار ایملی کا کندھا چومتا ہے۔ چاندی کی صلیب اُس کے چہرے کے سامنے جھولتی ہے۔

پادری، ایملی کی ٹانگیں تھپتھپاتا ہے۔ ''اپنا جانگیہ اُتار دو۔''

ایملی کھلے دروازے میں سے عشائے ربانی کی میز دیکھتی ہے۔ گلابوں میں ایک کالا

ٹیلی فون نظر آتا ہے۔ چاندی کی صلیب ایملی کی چھاتیوں کے درمیان میں لٹک رہی ہے۔ پولیس رضا کار کے ہاتھ ایملی کی چھاتیوں کو دباتے ہیں۔ ''تمھارے سیب عمدہ ہیں۔'' پادری کہتا ہے۔ اُس کے منہ میں پانی ہے۔ ایملی کے بال پلنگ کے ایک طرف سے لٹک رہے ہیں۔ اُس کے سفید سینڈل کرسی کے نیچے پڑے ہیں۔ پولیس رضا کار سرگوشی کرتا ہے۔ ''تمھارے بدن سے اچھی خوشبو آرہی ہے۔'' پادری کے ہاتھ سفید ہیں۔ پلنگ کے کونے میں سُرخ لباس پر روشنی پڑتی ہے۔ پھولوں میں پڑا کالا ٹیلی فون بجتا ہے۔ ''میرے پاس اب وقت نہیں بچا۔'' پولیس رضا کار کراہتا ہے۔ پادری کی رانیں بھاری ہیں۔ ''میری کمر پر ٹانگیں رکھو۔'' وہ سرگوشی کرتا ہے۔ چاندی کی صلیب ایملی کے کندھے میں چبھتی ہے۔ رضا کار کا ماتھا بھیگا ہوا ہے۔ ''دوسری طرف رُخ کرو۔'' وہ کہتا ہے۔ کالا چوغہ دروازے کے پیچھے لمبی کھونٹی پر لٹکا ہوا ہے۔ پادری کی ناک سرد ہے۔ ''میرے ننھے فرشتے۔'' وہ ہانپتا ہے۔

ایملی سفید سینڈلوں کی ایڑیاں اپنے پیٹ پر محسوس کرتی ہے۔ اُس کے ماتھے کی آگ اُس کی آنکھوں میں جل رہی ہے۔ ایملی کی زبان اُس کے منہ میں دبی ہوئی ہے۔ چاندی کی صلیب کھڑکی کے شیشے میں چمکتی ہے۔ سیب کے درخت میں ایک سایہ لٹک رہا ہے جو سیاہ اور پریشان ہے۔ سایہ ایک قبر ہے۔

وِنڈ بیچ دروازے میں کھڑا ہے۔ ''تم بہری ہو؟'' وہ کہتا ہے۔ وہ ایملی کی طرف بڑا سوٹ کیس بڑھاتا ہے۔ ایملی اپنا منہ دروازے کی طرف موڑ لیتی ہے۔ اُس کے رخسار گیلے ہیں۔ ''میں جانتا ہوں۔'' وِنڈ بیچ کہتا ہے۔ ''رخصت ہونا ہمیشہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔'' خالی کمرے میں وہ خاصا بڑا نظر آتا ہے۔ ''یہ دوبارہ جنگ کے دنوں کی طرح ہی ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''جب ہم جاتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم ہوتا کہ آیا ہم لوٹیں گے بھی یا نہیں، اگر لوٹیں گے تو کب اور کیسے۔''

ایملی آنسو کو ایک بار پھر بھرتی ہے۔ ''کنویں کے پانی سے یہ اتنا گیلا نہیں ہوتا۔''

وِنڈیچ کی بیوی پلیٹوں کو ایک سوٹ کیس میں بند کرتی ہے۔ وہ آنسو کو اپنے ہاتھ میں اُٹھاتی ہے۔ اُس کا بالائی رخسار نرم اور ہونٹ مرطوب ہیں۔ ''کسی کو یقین ہی نہیں آئے گا کہ دنیا میں ایسی بھی کوئی چیز ہے۔'' وہ کہتی ہے۔

وِنڈیچ اُس کی آواز کو اپنی سوچ میں محسوس کرتا ہے۔ وہ اپنا کوٹ سوٹ کیس میں پھینکتا ہے۔ ''میں اُسے بہت برداشت کر چکا۔'' وہ چیختا ہے۔ ''میں اُسے دوبارہ نہیں دیکھنا چاہتا۔'' وہ اپنا سر جھکاتا ہے اور دِھیمی آواز میں اضافہ کرتا ہے۔ ''اُسے لوگوں کو اُداس کرنے کے سوا کچھ نہیں آتا۔''

وِنڈیچ کی بیوی پلیٹوں کے درمیان میں کٹلری رکھتی ہے۔

''یقیناً ایسا ہی ہے۔'' وہ کہتی ہے۔ وِنڈیچ اُس کی کثافت والی اُنگلی کو دیکھتا ہے جسے اُس نے بالوں میں سے نکالا تھا۔ وہ اپنے پاسپورٹ والی فوٹو کو دیکھتا ہے۔ وہ اپنے سر کو ایک طرف سے دوسری طرف گھماتا ہے۔ ''یہ ایک مشکل قدم ہے۔'' وہ کہتا ہے۔

ایملی کا گلاس اٹیچی کیس میں چمکتا ہے۔ کمرے کی دیواروں کے سفید دھبے بڑے ہو جاتے ہیں۔ فرش یخ ہے۔ بلب کی روشنی اٹیچی کیس کے اندر لمبی کرنیں پھینک رہی ہے۔

وِنڈیچ پاسپورٹ کوٹ کی جیب میں ڈالتا ہے۔ ''کون جانے ہمارا کیا بنے گا؟'' وِنڈیچ کی بیوی آہ بھرتی ہے۔ وِنڈیچ خیرہ کر دینے والی شعاؤں کو دیکھتا ہے۔ ایملی اور وِنڈیچ کی بیوی اٹیچی کیس کو بند کر دیتی ہیں۔

گھونگھر

لکڑی کا ایک بائیسکل جنگلے سے ٹکراتا ہے۔ اوپر آسمان میں بادلوں کا ایک سفید بائیسکل سکون سے تیر رہا ہے۔ سفید بادلوں کے اردگرد کے بادل پانی ہیں، تالاب کی طرح خاکستری اور خالی۔ تالاب کے اردگرد صرف خاموش پہاڑ۔ خاکستری پہاڑوں کے سلسلے گھروں کی اُداسی سے مضمحل۔

وِنڈ ریچ دو بڑے سوٹ کیس اُٹھائے ہوئے ہے اور وِنڈ ریچ کی بیوی بھی دو بڑے سوٹ کیس اُٹھا رکھے ہیں۔ اُس کا سر تیزی سے حرکت کر رہا ہے۔ اُس کا سر بہت چھوٹا ہے۔ اُس کے بالائی رخسار اندھیرے سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ وِنڈ ریچ کی بیوی نے اپنی چٹیا کاٹ لی ہے۔ اُس کے چھوٹے بالوں میں گھونگھر ہیں۔ اُس کا چہرہ سخت اور نئے دانتوں کی وجہ سے بھنچا ہوا ہے۔ وہ اونچی آواز میں بات کرتی ہے۔

شمشاد کے درخت گرجا گھر میں جھوم رہے ہیں۔ ایملی کے بالوں کی ایک لٹ لٹک جاتی ہے۔ لٹ واپس کان کے پیچھے چلی جاتی ہے۔

سڑک کا گڑھا چٹخا ہوا اور خاکستری ہے۔ پوپلر جھاڑو کی طرح آسمان کے رُخ کھڑا ہے۔

عیسیٰ گرجا گھر کی صلیب کے اوپر سوتے ہیں۔ جب وہ جاگیں گے تو بوڑھے ہو چکے ہوں گے۔ گاؤں کی فضا اُن کی عریاں جلد سے زیادہ روشن ہوگی۔

ڈاک خانے پر زنجیر میں تالا لٹک رہا ہے۔ چابی ڈاک والی عورت کے گھر ہے۔ چابی تالے کو کھولتی ہے۔ وہ سماعتوں کے لیے گدّوں کو کھولتی ہے۔

ایملی اپنے شیشے کے ساتھ بھاری سوٹ کیس کو اُٹھائے ہوئے ہے۔ اُس کا ہینڈ بیگ کندھے سے لٹک رہا ہے۔ جس میں آنسو والا ڈبہ ہے۔ دوسرے ہاتھ میں وہ رقاصہ والا

بلوریں گُل دان اُٹھائے ہوئے ہے۔

گاؤں چھوٹا ہے۔لوگ ذیلی سڑکوں پر پھر رہے ہیں۔ وہ فاصلے پر ہیں اور دور ہوتے جارہے ہیں۔گلیوں کے اختتام پر کالی مکئی دیوار کی طرح ہے۔

وِنڈیچ وقت کے خاکستری نمونوں کو ریلوے پلیٹ فارم کے گرد ساکت کھڑے ہوئے دیکھتا ہے۔ دودھیا کمبل ریلوے کی پٹریوں پر بچھا ہوا ہے۔ وہ اُن کی ایڑیوں تک پہنچتا ہے۔کمبل کے اوپر شیشے کی ایک کھال پڑی ہے۔ ساکت وقت اٹیچی کیسوں کے گرد ایک جالا بنتا ہے۔ جو اُن کے بازووں کو کھینچتا ہے۔ وِنڈیچ بجری کے اوپر اپنے پاؤں گھسیٹتا ہے۔

ریل گاڑی کے پائیدان اونچے ہیں۔ وِنڈیچ دودھیا کمبل پر سے اپنے پاؤں اُٹھاتا ہے۔

وِنڈیچ کی بیوی اپنے رومال سے سیٹوں کی گرد صاف کرتی ہے۔ایملی بلوری گُل دان کو اپنے گھٹنے پر سنبھالے ہوئے ہے۔ وِنڈیچ اپنا چہرہ کھڑکی کے ساتھ لگاتا ہے۔ڈبے کی دیوار کے ساتھ بحرِ اسود کی تصویر لٹک رہی ہے۔ پانی ساکن ہے۔تصویر ہلتی ہے۔تصویر بھی سفر کر رہی ہے۔

''مجھے جہاز میں متلی محسوس ہوتی ہے۔'' وِنڈیچ کہتا ہے۔''یہ میرا جنگ کے دنوں کا تجربہ ہے۔'' وِنڈیچ کی بیوی قہقہہ لگاتی۔اُس کے نئے دانت بجتے ہیں۔

وِنڈیچ کا سوٹ بہت تنگ ہے۔ بازو کافی اونچے ہیں۔''درزی نے اِسے تمھارے ناپ سے چھوٹا سیا ہے۔'' وِنڈیچ کی بیوی کہتی ہے۔''اِس قدر قیمتی کپڑا مکمل طور پر ضائع ہو گیا۔''

جیسے جیسے ریل گاڑی آگے بڑھتی جاتی ہے، وِنڈیچ محسوس کرتا ہے کہ اُس کا سر ریت سے بھرتا جارہا ہے۔اُس کا سر بھاری ہو رہا ہے۔اُس کی آنکھیں نیند میں ڈوبتی ہیں۔اُس کے ہاتھ کپکپاتے ہیں۔اُس کی ٹانگوں میں پھڑکتی ہے۔ وِنڈیچ کھڑکی میں سے کھردرے

سے زنگ آلود وسیع نظارے کو دیکھتا ہے۔ ''جب سے اُلو اپنے بچے کو لے گیا ہے، درزی کچھ سوچ ہی نہیں سکتا۔'' وِنڈ بیچ کہتا ہے۔ وِنڈ بیچ کی بیوی اپنی ٹھوڑی کو ہاتھوں میں لیتی ہے۔

ایملی کا سر اُس کے کاندھے پر ڈھلکا ہوا ہے۔ اُس کے بال گالوں کو ڈھانپے ہوئے ہیں۔ وہ سو رہی ہے۔ ''اُسے سونے دو۔'' وِنڈ بیچ کی بیوی کہتی ہے۔

''اب جب کہ میری چٹیا نہیں رہی، مجھے اپنے سر کو متوازی رکھنے میں دقت ہو رہی ہے۔'' اُس کا سفید جالی دار کالر والا نیا لباس سبز پانی کی طرح چمک رہا ہے۔

ریل گاڑی لوہے کے پل کے اوپر سے گڑگڑاتی ہوئی گزر رہی ہے۔ سمندر ڈبے کی دیوار کے اوپر، دریا کے اوپر بہل رہا ہے۔ دریا میں ریت زیادہ اور پانی کم ہے۔

وِنڈ بیچ چھوٹے پرندوں کے پھڑ پھڑاتے پروں کو دیکھتا ہے۔ وہ ٹوٹی پھوٹی ترتیب والی ڈار میں اُڑ رہے ہیں۔ وہ دریا کے کناروں پر درختوں کی تلاش میں ہیں جہاں صرف جھاڑیاں، ریت اور پانی ہے۔

ریل گاڑی کی رفتار کم ہے کیوں کہ دوسری گاڑیوں کے ادھر اُدھر جانے کی گھبراہٹ ہے اِس لیے کہ شہر شروع ہو گیا ہے۔ کوڑے کے ڈھیر ہیں۔ بڑے بڑے درختوں میں چھوٹے چھوٹے گھر ہیں۔ وِنڈ بیچ بہت ساری ریل کی پٹریوں کو ایک دوسرے میں غائب ہوتے دیکھتا ہے۔ وہ اُلجھی ہوئی پٹریوں پر دوسری گاڑیوں کو چلتے ہوئے دیکھتا ہے۔

سبز لباس پر سنہری صلیب لٹک رہی ہے۔ صلیب کے گرد بہت سا سبز رنگ ہے۔

وِنڈ بیچ کی بیوی اپنا بازو ہلاتی ہے۔ زنجیر پر صلیب جھولتی ہے۔ گاڑی تیزی سے چل رہی ہے۔ اُسے متعدد ریل گاڑیوں کے درمیان میں خالی پٹڑی مل گئی ہے۔

وِنڈ بیچ کی بیوی کھڑی ہو جاتی ہے۔ اُس کی نظر میں ٹھہراؤ اور یقین ہے۔ وہ ریلوے سٹیشن کی طرف دیکھتی ہے۔ اپنے گھونگھر کے نیچے اور کھوپڑی کے اندر وِنڈ بیچ کی بیوی نے نئی دنیا تشکیل دے دی ہے جس میں وہ بڑے سوٹ کیس کو اُٹھائے ہوئے داخل ہو رہی

ہے۔اُس کے ہونٹ بجھی ہوئی راکھ کی طرح ہیں۔ ”خدا نے چاہا تو ہم اگلی گرمیوں میں ایک چکر لگائیں گے۔“ وہ کہتی ہے۔

سڑک کے ساتھ والی پگڈنڈی ٹوٹی ہوئی ہے۔سڑک کے گڑھے پانی نگل گئے ہیں۔ وِنڈبیچ کار کو تالا لگاتا ہے۔کار پر ایک سفید دائرہ گھومتا ہے۔کار کے اندر تین تاریں تین انگلیوں کی طرح ہیں۔ بونیٹ کے اوپر مکھیاں بیٹھی ہیں۔ ونڈ سکرین پر پرندوں کی بیٹیں چپکی ہوئی ہیں۔ڈگی کے پیچھے ڈیزل لکھا ہوا ہے۔ایک گھوڑا گاڑی قریب سے گزرتی ہے۔ گھوڑے لاغر ہیں۔اتنی گرد ہے کہ گھوڑا گاڑی گرد کی بنی ہوئی لگتی ہے۔ گاڑی بان ایک اجنبی ہے۔چھوٹے ہیٹ کے نیچے اُس کے بڑے بڑے کان ہیں۔

وِنڈبیچ اور اُس کی بیوی کپڑے کی گیند کے اندر چل رہے ہیں۔اُس نے فاختائی رنگ کا سوٹ پہن رکھا ہے۔اُس کی بیوی نے بھی فاختائی رنگ کا اُسی کپڑے کا لباس پہنا ہوا ہے۔

وِنڈبیچ کی بیوی کالے رنگ کی اونچی ایڑی والا جوتا پہنے ہوئے ہے۔

وِنڈبیچ کو سڑک کا گڑھا اپنے جوتوں کو روکتا محسوس ہوتا ہے۔اُس کی بیوی کی پنڈلیوں میں نیلی رگیں ہیں۔

وِنڈبیچ کی بیوی سُرخ رنگ کی ڈھلوانی چھتوں کو دیکھتی ہے۔ ”یوں لگ رہا ہے جیسے ہم یہاں کبھی رہے ہی نہیں۔“ وہ یہ بات ایسے انداز میں کہتی ہے گویا ڈھلوانی چھتیں اُس کے پیروں کے نیچے سُرخ کنکر ہوں۔ایک درخت کا سایہ اُس کے چہرے پر پڑ رہا ہے۔اُس کے بالائی رخسار پتھریلے ہیں۔سایہ درخت کے اندر سمٹ جاتا ہے۔وہ اُس کی تھوڑی پر جھرّیاں چھوڑ جاتا ہے۔اُس کی سنہری صلیب چمکتی ہے۔سورج اُس چمک کو گرفتار کر لیتا ہے۔سورج اپنے شعلے صلیب پر ٹھہرا لیتا ہے۔

ڈاک والی عورت شمشاد کے درختوں کی باڑ کے ساتھ کھڑی ہے۔ اُس کے مخصوص چمڑے کے تھیلے میں ایک آنسو ہے۔ ڈاک والی عورت بوسے کے لیے گال آگے کرتی ہے۔ وِنڈریچ کی بیوی اُسے چوکلیٹ دیتی ہے۔ چوکلیٹ کا آسمانی کاغذ چمکیلا ہے۔ ڈاک والی عورت اُس کے سنہرے کونے پر انگلی رکھتی ہے۔

وِنڈریچ کی بیوی اپنے اپنے بالائی رخساروں میں پتھروں کو حرکت دیتی ہے۔ رات کا چوکیدار وِنڈریچ کی طرف بڑھتا ہے۔ وہ اپنے کالے ہیٹ کو بلند کرتا ہے۔ وِنڈریچ اپنی قمیص اور اپنے کوٹ کو دیکھتا ہے۔ ہوا وِنڈریچ کی بیوی کی ٹھوڑی پر سائے کے نشان کو حرکت دیتی ہے۔ سایہ اُس کے اپنے کوٹ پر گرتا ہے۔ وِنڈریچ کی بیوی سائے کو اپنے کالر پر مردہ دِل کی طرح پہن لیتی ہے۔

''مجھے ایک بیوی مل گئی ہے۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ ''وہ وادی میں گایوں کے باڑوں میں گوالن ہے۔''

وِنڈریچ کی بیوی نیلے سرپوش والی گوالن کو سرائے کے باہر وِنڈریچ کے بائیسکل کے پاس کھڑا دیکھتی ہے۔ ''میں اِسے جانتی ہوں۔'' وِنڈریچ کی بیوی کہتی ہے۔ ''اِس نے ہمارا پلنگ خریدا تھا۔''

گوالن سڑک کے پار گرجا گھر کے سامنے والے چوراہے کو دیکھتی ہے۔ وہ سیب کھاتے ہوئے انتظار کر رہی ہے۔

''میرا خیال ہے کہ اب تم ہجرت نہیں کرنا چاہتے۔'' وِنڈریچ کہتا ہے۔ رات کا چوکیدار اپنے ہیٹ کو ہاتھوں میں کچلتا ہے۔ وہ سرائے کی طرف دیکھتا ہے۔ ''میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔'' وہ کہتا ہے۔

وِنڈریچ اُس کی قمیص پر میل کا داغ دیکھتا ہے۔ رات کے چوکیدار کی گردن پر ایک نس پھڑ پھڑا رہی ہے۔ وقت ساکن ہو گیا ہے۔ ''میری بیوی انتظار کر رہی ہے۔'' رات کا چوکیدار کہتا ہے۔ وہ سرائے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

درزی جنگ کی یادگار کے سامنے اپنا ہیٹ بلند کرتا ہے۔ وہ چلتے ہوئے اپنے جوتے کی نوکیں دیکھتا ہے۔ وہ گرجا گھر کے دروازے پر سِکنّی وِلما کے پاس کھڑا ہو جاتا ہے۔

رات کا چوکیدار اپنا منہ وِنڈریچ کے کان کے نزدیک لاتا ہے۔ ''گاؤں میں ایک جوان اُلو موجود ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''وہ جہاں چاہے آسانی سے چلا جاتا ہے۔ وہ سِکنّی وِلما کو ایک بار پہلے ہی بیمار کر چکا ہے۔'' رات کا چوکیدار مسکراتا ہے۔ ''سِکنّی وِلما سمجھ دار ہے۔'' وہ کہتا ہے۔ ''اُس نے اُلو کو ڈرا کے بھگا دیا ہے۔ وہ سرائے کی طرف دیکھتا ہے۔ ''میں جا رہا ہوں۔'' وہ کہتا ہے۔

گوبھی کی سفید تتلی درزی کے چہرے کے پاس سے گزرتی ہے۔ درزی کے گال اُس کی آنکھوں کے نیچے پڑے حلقوں کی طرح زرد ہیں۔

گوبھی کی سفید تتلی درزی کے گال میں سے گزرتی ہے۔ درزی اپنا سر جھکا لیتا ہے۔ گوبھی کی سفید تتلی درزی کے سر کے عقبی حصے میں سے نکل کر اُڑ جاتی ہے۔ وہ سفید اور بے داغ ہے۔ سِکنّی وِلما اپنے رومال کو گھماتی ہے۔ گوبھی کی سفید تتلی اُس کے ماتھے میں سے ہوتی ہوئی سر میں گھس جاتی ہے۔

رات کا چوکیدار درختوں کے نیچے سے گزرتا ہے۔ وہ وِنڈریچ کے پرانے بائیسکل کو دھکیلتا ہے۔

کار کا سفیدی مائل بیج رات کے چوکیدار کی جیب میں کھنکتا ہے۔ گوالن بائیسکل کے ساتھ گھاس پر ننگے پاؤں چلتی ہے۔ اُس کا نیلا سرپوش پانی کا ایک ٹکڑا لگتا ہے جس میں پتے تیر رہے ہیں۔

دعا منگوانے والی ضخیم دعائیہ کتاب اُٹھائے ہوئے گرجا گھر کے دروازے میں سے گزرتی ہے۔ وہ سینٹ اینتھونی کی کتاب ہے۔

گرجا گھر کی گھنٹی بجتی ہے۔ وِنڈریچ کی بیوی گرجا گھر کے دروازے میں کھڑی ہے۔ تاریک فضا میں سے باجا اُس کے بالوں میں گنگناتا ہے۔ وِنڈریچ اپنی بیوی کے ساتھ پہنچوں

کے درمیانی راستے پر چلتا ہے۔ پتھروں پر اُن کی ایڑیاں گونجتی ہیں۔ وِنڈبیچ کے ہاتھ بند ہیں۔ وِنڈبیچ اپنی بیوی کی طلائی صلیب سے لٹک رہا ہے۔ شیشے کا آنسو اُس کے رخسار پر اٹکا ہوا ہے۔

سِکنّی وِلما کی نظر وِنڈبیچ کا تعاقب کرتی ہے۔ سِکنّی وِلما سر جھکاتی ہے۔ ''اُس نے وہ سوٹ فوج سے لیا ہے۔'' وہ درزی کے کان میں کہتی ہے۔ ''وہ دعا کی تقریب میں شرکت تو کر رہے ہیں لیکن اُنھوں نے اعتراافات نہیں کیے۔''

"ہارٹا میولر" کی ستائش میں

''میولر شاعرانہ استغراق اور نثر کی بے تکلفی کے ساتھ محروموں کی زبان لکھتی ہے۔''

نوبل پرائز کی جیوری برائے ادب

''بجا طور پر وہ چاؤسسکی کے ریاستی مظالم سے لے کر یوکرائین کے لیبر کیمپوں تک مظلوم لوگوں کی طرف دار ہے۔۔۔۔ چناں چہ اُس نے غیر جرمن قاریوں کو اِس نئی دنیا سے متعارف کروایا۔ اور یہ 'بیوولف' (ایک اساطیری کردار) سے لے کر میولر تک ادب کا ایک قابلِ تحسین اور 'نوبل (انعام) کارنامہ ہے۔''

دی ٹائمز

''خاص کر آج، دیوارِ برلن کے گرنے کے بیس سال بعد، یہ ایک قابلِ ستائش عمل ہے کہ اتنا اعلیٰ پائے کے ادب اور اِس زندگی کے تجربات کو عزت بخشی جا رہی ہے۔''

انجیلا مورکل

(میولر) کا خوفناک، انتہائی قریب سے مشاہدہ کیا ہوا اور بعض اوقات پُر تشدد کام اکثر چاؤسسکی کے دورِ حکومت میں روزمرہ کی وحشت انگیز حقیقتوں کو تفصیل کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔ اُس کی حسیات اکثر حوصلہ شکن ہوتی ہیں لیکن فکشن میں اُن کی تفصیل اِسے زندگی کے روپ میں ڈھال دیتی ہے۔''

نیو یارک ٹائمز

''میولر کے پاس پولیس کے بل بوتے پر چلنے والی ریاست کو ماورائے حقیقت کی نظر سے دیکھنے کی اہلیت ہے جس نے اِسے ایک فعال ادب بنا دیا ہے۔''

دی ٹائمز

''میولر شاعرانہ استغراق اور نثر کی بے تکلفی کے ساتھ محروموں کی زبان لکھتی ہے۔''

نوبل پرائز کی جیوری برائے ادب

''بجا طور پر وہ چاؤسسکی کے ریاستی مظالم سے لے کر یوکرائین کے لیبر کیمپوں تک مظلوم لوگوں کی طرف دار رہی ہے۔۔۔۔۔ چناں چہ اُس نے غیر جرمن قاریوں کو اِس نئی دنیا سے متعارف کروایا۔ اور یہ 'بیوولف' (ایک اساطیری کردار) سے لے کر میولر تک ادب کا ایک قابلِ تحسین اور نوبل (انعام) کارنامہ ہے۔''

دی ٹائمز

''خاص کر آج، دیوارِ برلن کے گرنے کے بیس سال بعد، یہ ایک قابلِ ستائش عمل ہے کہ اتنا اعلیٰ پائے کے ادب اور اِس زندگی کے تجربات کو عزت بخشی جا رہی ہے۔''

انجیلا مورکل

(میولر) کا خوفناک، انتہائی قریب سے مشاہدہ کیا ہوا اور بعض اوقات پُر تشدد کام اکثر چاؤسسکی کے دورِ حکومت میں روزمرہ کی وحشت انگیز حقیقتوں کو تفصیل کے ساتھ ظاہر کرتا ہے۔ اُس کی حسیات اکثر حوصلہ شکن ہوتی ہیں لیکن فکشن میں اُن کی تفصیل اِسے زندگی کے روپ میں ڈھال دیتی ہے۔''

نیویارک ٹائمز

''میولر کے پاس پولیس کے بل بوتے پر چلنے والی ریاست کو ماورائے حقیقت کی نظر سے دیکھنے کی اہلیت ہے جس نے اِسے ایک فعال ادب بنا دیا ہے۔''

دی ٹائمز

AKSPUBLICATIONS
Ground Floor Mian Chamber 3-Temple Road,Lahore.
Ph:042-37300584,Cell # 0300-4827500-0348-4078844
E-mail:publications.aks@gmail.com